وہ ایک لڑکی پاگل سی

سمیرا شریف طور

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

وہ ایک لڑکی پاگل سی

میری دُعا ہے تو سدا مسکراتی رہے
تیری مسکراہٹ چمن میں گل کھلاتی رہے
تیری آنکھوں میں آنسو کبھی نہ آنے پائیں
تاریکی شب تیرا کاجل چراتی رہے

رمضان پہلے عشرے کا آخری دن تھا، صبح کڑکتی دھوپ تھی مگر اب موسم بدل گیا تھا۔

موسلا دھار بارش سب کو ہی خوفزدہ کیے دے رہی تھی۔ جویریہ کے ساتھ شاپنگ کے لیے آئی ماہم کا بھی تشویش وخوف سے بُرا حال تھا اسے ایسے موسم شروع سے ہی بُرے لگتے تھے۔ جان تک لرزاں ہو جاتی تھی۔ ایسے موسم میں وہ ہمیشہ اپنے کمرے میں گھسی کوئی نہ کوئی کتاب پکڑے ورق گردانی میں مصروف رہتی تھی مگر اب بدقسمتی سے وہ یوں جویریہ کی خواہش پر اس خوفناک موسم کے تیور سہتی خود پر بمشکل جبر کرتی اندر ہی اندر سخت ہراساں تھی۔

''آئے موسم رنگیلے سہانے، جیا نہیں مانے.....تو چھٹی لے کر آ جا بالما.....'' اس کے سخت خوفزدہ اور پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے جویریہ کو شرارت سوجھ رہی تھی اس نے سخت خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

اک تو موسم نے موڈ سخت خراب کیا تھا دوسرا جہاں وہ کھڑی تھی وہ مین روڈ تھا۔ چاروں طرف سے گاڑیوں کے ہارن سنائی دے رہے تھے وہ دونوں بارش سے بچنے کے لیے ایک دکان کے شیڈ کے نیچے کھڑی تھیں۔

''اگر تمہارے اس رنگیلے سہانے موسم کے تیور ایسے ہی جان لیوا رہے تو قوی گمان ہے کہ آج کی تاریخ میں ہم لوگ گھر پہنچنے سے رہے۔'' اگرچہ وہ شیڈ میں کھڑی تھیں مگر تیز بارش نے دونوں کو ہی اچھا خاصا گیلا کر ڈالا تھا۔ اپنی پیشانی سے بارش کے قطرے صاف کرتی وہ سخت نالاں ہو رہی تھی۔

''واقعی..... پتا نہیں لوگ اس موسم میں کیسے انجوائے کر لیتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی موسم ہے۔ خوامخواہ رنگیلے سہانے نام رکھ کر بیچارے کو بدنام کیا گیا ہے۔ جویریہ کے ہونٹوں پر ابھی تک شرارت مچل رہی تھی اور شرارت کا پس منظر کیا تھا وہ بھی ماہم اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

''ہاں یہ سچ ہے کہ یہ سہانے موسم ہمارے شہر کی خستہ حال سڑکوں کو مزید سہانا کر رہے ہیں.....'' ماہم اسے گھور کر رہ گئی۔

''ساون آئے..... ساون جائے.....'' قریب سے ہی تین چار شوخ وشریر، لاپرواہ موسم کی سرمستیوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے لڑکوں کا ایک گروپ گزرا تھا۔ شریر چلبلی اور لا اُبالی آوازیں ''ساون'' کے موسم کی ترجمانی کرتی ان کے کانوں سے ٹکرا کر سخت غصہ دلا کر چلی گئی تھیں۔

''ہو..... ہاؤ.....'' کی آوازیں چلتے چلتے گہری نظروں سے دیکھتے ان دونوں پر بھی اچھالی گئی تھیں۔

ماہم نے قدرے ناگواری سے اپنے گرد بڑا سا گیلا دوپٹہ اچھی طرح لپیٹتے ہوئے کوفت کا اظہار کیا تھا اور ایک نظر رسٹ واچ پر ڈالی تھی۔ جواباً جویریہ اس کی شکل دیکھ کر ایک دم کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ وہ مزید تپ گئی۔ سخت گراں گزری اس سمے اس کی ہنسی۔

''قسم سے جویریہ! اگر اسی طرح اس غیر محفوظ شیڈ کے نیچے کچھ پل میں مزید کھڑی رہی تو گھر تم میری لاش لے کر ہی جانا۔ توبہ میرے اللہ..... حد ہوتی ہے۔ انتظار اور برداشت کی بھی ایک تو روزہ ہے اوپر سے صبح کی بازار کی خواری اور اب یہ آفت ناگہانی بارش۔'' وہ کوس رہی تھی جویریہ مسکراتے ہوئے اردگرد دو دو فٹ پانی دیکھ کر اپنی ہتھیلی پر بارش کا پانی جمع کرتے ہوئے اس کی دہائی سنی اَن سنی کر رہی تھی۔

''بھئی اب میں کیا کر سکتی ہوں۔ تم دیکھ تو رہی ہو کہ کوئی سواری وغیرہ تو مل نہیں رہی۔ تمہارے سامنے ہی تو گھر فون کیا تھا۔ ابو بھی گھر پر نہیں تھے۔ امی تھیں میں نے کہہ دیا کہ سکندر بھائی کے آفس فون کر کے انہیں بھیجیں۔ میرے پاس تو ان کا نمبر بھی نہیں ہے۔ آج تو انہوں نے اپنا سیل بھی آف کیا ہوا ہے۔ اب بھلا میں کیا کر سکتی ہوں۔ کچھ دیر اور انتظار کرتے ہیں اگر سکندر بھائی آ گئے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی حلیے میں سٹاپ تک چلتے ہیں وہاں سے اللہ کرے کوئی ٹیکسی وغیرہ مل جائے۔'' شیڈ کے نیچے بنی سیمنٹ کی سل پر اپنا سامان رکھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا تو ماہم کا سکندر کا نام سن کر بے چینی سے اور بھی بُرا حال ہو گیا۔

اسے تو شروع سے ایسے موسم سے سخت الرجک رہی تھی ادھر موسم کے تیور بدلے نہیں ادھر وہ کمرے میں گھسی نہیں وہ اس وقت کو کوسنے لگی جب جویریہ کے اصرار پر شاپنگ کے لیے آنے پر راضی ہو گئی تھی۔ اپنے بھیگے لباس پر سخت کوفت کے ساتھ ساتھ شرمندگی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اندر ہی اندر سکندر کی اس غیر ذمہ داری پر اُبال بھی اُٹھ رہے تھے۔ آدھا گھنٹہ ہونے کو تھا گھر فون کیے ہوئے۔

وہ حد سے زیادہ حساس اپنے آپ کو سینت سینت کر رکھنے والی عورت تھی مگر بدقسمتی سے اب یہ صورتحال درپیش تھی۔ آتے جاتے مردوں کی بے باک چھیدتی نظریں اپنے وجود پر محسوس کر رہی تھی۔

''اب تو میرا یہ جی چاہ رہا ہے کہ میں بھی یہ گانا گانا شروع کر دوں وہ بھی رو رو کر۔'' اپنے اندر کے سارے غصے کو ہاتھ میں لے کر پکڑے شاپنگ بیگ کو جویریہ کی جھولی میں پٹخ کر خونخوار انداز سے گھورتے ہوئے اُتارا تھا۔ وہ قدرے چونکی پھر اس کی دھواں دھواں ہوتی بارش کے قطروں سے جھلملاتی من موہنی سی صاف شفاف صورت دیکھ کر بت اختیار چھلک آنے والی ہنسی اپنے ہونٹوں پر ضبط کرنے لگی۔

''کیا..... کون سا گانا.....'' وہ خونخواری سے اسے گھورتے ہوئے دھکیل کر اپنے لیے جگہ بنا کر ساتھ ہی سل پر بیٹھ گئی۔

''بڑے غیر ذمہ دار ہیں تمہارے سکندر بھائی! میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ میں پھوٹ پھوٹ کر روؤں۔ اور اپنا تماشہ بن جانے پر یہ گانا گاؤں کہ ہائے موسم مصیبت مارے..... میرا دل بڑا گھبرائے۔ کب آئے گا تو چھٹی لے کر ظالما.....'' عجب روٹھا خفگی سے

بھرا سا انداز تھا جویریہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ ماہم اسے مزید گھورنے لگی تھی۔ پاس سے گزرتا لڑکا ٹھٹکا پھر دونوں کو دیکھ کر رُکا۔ گیلے بال سنوارے اور گلا کھنکھار کر متوجہ ہوا۔

''اوہ..... لگتا ہے سخت پریشان ہیں..... دیکھیے گھبرانے کی ضرورت نہیں..... میں شریف سا بے ضرر بندہ ہوں..... دل و جان سے خدمت کو حاضر ہوں..... کہیے کیا خدمت کروں۔'' باچھیں کانوں تک پھلائے لوفرانہ اسٹائل میں سگا بنا پوچھ رہا تھا۔ دونوں کے چہرے ایک دم سپاٹ ہو گئے۔ وہ کس قدر شریف تھا اس کی آنکھیں صاف بتا رہی تھیں ماہم نے دوپٹہ درست کیا۔

''کیوں پاگل ہیں آپ..... گھر میں اماں اور بیوی کی خدمت سے تنگ آ گئے ہیں کیا جویریہ نیک فریضہ سنبھالتے ہیں آ موجودہ ہیں۔'' جویریہ نے استہزائیہ نظروں سے اسے سرتاپا گھورتے مسخرے پن سے کہا تو وہ لڑکا مزید پھیلا۔

''اجی..... کہاں بیوی..... ابھی تو میں کنوارا ہوں۔'' اس لڑکے نے بھی لوفر پن کی حد کر دی تھی۔ کیا خوب تھا شرمانے کا انداز۔''

''چپ کرو..... کیوں ایسے پاگلوں کے منہ لگ رہی ہو۔'' حد سے زیادہ محتاط پھونک پھونک کر قدم رکھنے والی ماہم اس کے کان میں منمنائی۔

''ارے آپ نے پاگل کیا..... ذرہ نوازی ہے آپ کی..... پاگل ہوں تو نہیں مگر لگتا ہے آپ کے حُسن کو دیکھ کر ضرور پاگل ہو جاؤں گا.....'' ماہم پر ایک اندر تک اُترتی ہوئی نظر ڈال کر وہ گویا ہوا تھا ماہم کے گویا رگوں میں خون تک جمنے لگا، کھانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

''ہائے..... ان ہرنی جیسی بیچاری آنکھوں پر اتنا ظلم.....'' وہ مصنوعی کراہا۔ جویریہ نے بھنا کر سینڈل اُتارا۔

''سنو دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ سینڈل تمہارا بُرا حشر کر دے گی۔'' جویریہ ایک دم آؤٹ کر رہ اپنی جگہ سے اُٹھی تھی۔ خونخوار انداز میں آگے بڑھنے کو تھی کہ ماہم بنے لپک کر اس کی کلائی پکڑ لی تھی۔ وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی تھی۔ وہ لڑکا بدکا تھا۔ تھوڑا سا خائف بھی ہوا تھا مگر خوفزدہ ماہم کو دیکھ کر شیر بھی ہو گیا۔

''ارے جاؤ..... جاؤ دیکھی ہیں تم جیسی بڑی لڑکیاں۔ بڑی پُرانی دھمکی ہے یہ..... ہم بھلا کب ڈرتے ہیں ایسے حربوں سے۔'' وہ کچھ مزید قریب ہوتے ہوئے خاصے بڑے تیور لیے کہہ رہا تھا۔ ماہم کے لیے اب خود پر جبر کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

''شٹ اپ..... منٹوں میں یہاں سے اب نو دو گیارہ ہو جاؤ ورنہ اپنی دھمکی پر عمل کرنے میں میں ایک منٹ بھی نہیں لگاؤں گی۔'' وہ طیش میں ایک دم چنگھاڑی۔ اس سمے اسے سب سے زیادہ سکندر پر غصہ آیا تھا جو نہ جانے کہاں تھا ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ اردگرد شاہراہ پر رش بہت کم تھا صرف دور دور سے ہی لوگ دکھائی دے رہے تھے ایسے میں وہ لڑکا دونوں کو تنہا مصیبت اور خوفزدہ تصور کر کے ہراساں کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ ماہم کے جواب میں وہ مزید بکواس کرتا زن سے ایک گاڑی ان کے قریب آ کر رُکی۔ ان کی توجہ ہٹی تھی اور وہ لڑکا رفو چکر ہو گیا تھا۔ گاڑی روک کر سکندر تیزی سے باہر نکلا تھا۔ اتنی دیر سے خود پر جبر کرتی ماہم کی آنکھوں میں نمی آ ٹھہری تھی۔ اتنی دیر لگائی تھی اس نے آنے میں۔

''اتنی دیر لگا دی آنے میں.....'' جویرینہ فوراً اس کی طرف لپکی تھی۔ سکندر دھیرے سے مسکرا دیا۔ پھر ایک نظر تیکھے انداز لیے

چپ چاپ جامدی سرد مہری چہرے پر سجائے ماہم کو دیکھا۔ کندن سا سراپا پرپل کلر میں اور غضب ڈھا رہا تھا۔ سوٹ کے ہم رنگ بڑا سا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا اس کے باوجود بارش نے اس کے وجود کو بھگو دیا تھا۔ چہرے پر ناراضگی بھرے تاثرات تھے ایک سخت ناراضگی کا تاثر دیتی نظر ڈال کر وہ دائیں طرف دیکھنے لگی تھی۔ سکندر نے ایک گہری سانس لے کر دیکھا جویریہ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول رہی تھی اس نے بھی ماہم کے ہاتھ سے سامان لینے کو ہاتھ بڑھایا تو اس نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔

''نو..... تھینکس..... شکریہ.....'' جویریہ نے پلٹ کر دونوں کو دیکھا تھا۔ ماہم کے چہرے پر خفگی بھرے تاثرات پڑھے جا سکتے تھے۔ پچھلے لمحوں وہ دونوں کس قدر روڈ پر لیس رہی تھی وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ وہ اس وقت سکندر سے اس طرح کا بی ہیو کیوں کر رہی تھی۔ دونوں کو قصداً نظر انداز کر کے اندر بیٹھ گئی ماہم نے بھی سیٹ کی طرف قدم بڑھانے چاہے تھے جب سکندر ایک دم اس کی راہ میں حائل ہوا تھا۔ پچھلا دروازہ بند کر کے اس ہاتھ سے چھیننے والے انداز میں سامان لے کر کھڑکی سے اندر ڈال کر اس کا بازو پکڑ کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر دھکیلنا چاہا تھا۔

''یہ..... یہ..... کیا بدتمیزی ہے؟'' اس قدر جرأت پر ماہم کی تو جان ہی سلگ اُٹھی۔ پھاڑ کھانے والا انداز تھا۔ دونوں تیز بارش میں بھیگ رہے تھے۔ وہ اندر بیٹھنے کے بجائے اس طرح ایستادہ تھی، خونخوار، خفگی بھرے ناراض تیور لیے سکندر دانستہ مسکرا دیا۔

''بارش ہو رہی ہے اور بہت تیز ہے۔ اسی طرح بھیگتی رہیں تو بیمار پڑ جاؤ گی۔ شاباش اندر بیٹھو.....'' اس کا بازو پکڑ کر اسے بٹھانا چاہا تو اس نے سختی سے ہاتھ جھٹک دیا۔

''آپ کو پروا نہیں ہونی چاہیے۔ میں بیمار پڑوں یا مروں..... آپ اپنے آفس کو سنبھالیے، کیا ضرورت تھی اس خواری کی.....'' آنسو چھلک آئے تھے۔ جو بارش کے پانی میں تحلیل ہو گئے تھے مگر آواز حد سے زیادہ خفگی کا اظہار کر رہی تھی۔

''سوری بہت ضروری کام تھا..... بس تھوڑی دیر ہو گئی۔ مگر آ تو گیا ہوں۔'' وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہہ رہا تھا ماہم نے مطلق دھیان نہ دیا۔

''ماہی..... یہ کیا بچپنا ہے۔ آرام سے اندر بیٹھو ورنہ میں اُٹھا کر اندر پھینک دوں گا۔'' اس کو اسی طرح اڑیل ٹٹو کی طرح منہ بسورتے کھڑے دیکھ کر اس نے سختی سے کہا تو ایک کاٹ دار نظر ڈال کر وہ گاڑی کے اندر گھس گئی۔ دروازہ اس قدر زور سے بند کیا کہ چھوٹی موٹی گاڑی ہوتی تو ہل کر رہ جاتی۔ سکندر نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے چور نظروں سے جویریہ کو دیکھا وہ مسکرا رہی تھی۔

''ہونہہ..... دیر ہو گئی تھی..... صاف کہتے آنا ہی نہیں چاہتے تھے۔'' آواز میں بڑبڑاتے دل ہی دل میں کلس رہی تھی۔ بڑے آئے رُعب جھاڑنے والے۔ بیمار پڑ جاؤں گی۔ جانتی ہوں ساری ہمدردی۔ اتنا ہی خیال ہوتا تو اتنی زیادہ تاخیر ہی کیوں کرتے۔'' اس کی بڑبڑاہٹ پر جویریہ نے بمشکل اپنا چھلک آنے والا قہقہہ روکا تھا۔ وہ بھی ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

''تم دونوں کو آج اس موسم میں اس طرح شاپنگ کرنے کی کیا سوجھی تھی۔'' سائیڈ مرر ماہم کے خفا ''نولفٹ'' کا بورڈ شو کیے چہرے پر سیٹ کر کے اس نے گاڑی سٹارٹ کر کے راستے پر ڈال دی۔

''مجھے بھلا کیا سوجھنی ہے؟ صبح جب گھر سے نکلے تھے تو کتنی خوبصورت گرم دھوپ تھی۔ کیا پتہ تھا بارش ہو جائے گی۔''
جویریہ نے کہا تھا۔ ماہم اندر کے ماحول سے بالکل کٹی چہرے کا رُخ موڑ کر باہر دیکھنے لگی۔ پانی کے قطرے ابھی بھی چہرے پر موجود تھے۔ سردی کی وجہ سے وجود کپکپا رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو آپس میں جکڑ لیا۔

''امی نے اطلاع دی تھی آپ کو اور آپ نے موبائل کیوں بند کیا ہوا تھا۔'' جویریہ پوچھ رہی تھی اس نے سر ہلا دیا۔

''بیٹری ڈاؤن تھی۔ اس لیے سگنل نہیں مل رہے تھے۔'' ایک نظر ماہم پر ڈالی۔ گیلی وہ تھی کپکپی اس کو اپنے اندر محسوس ہو رہی تھی۔

''میں آفس کا نمبر بھول گئی تھی اس لیے امی کو کہا تھا کہ وہ آپ کو اطلاع کر دیں۔''

''اچھا..... مگر ماہم کے پاس تو نمبر ہے نا..... اچھی طرح ازبر ہے۔ کیوں ماہم.....'' اس نے قطعی لاتعلقی کا اظہار کرتی ماہم کو چھیڑا تھا۔ اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں چہرہ موڑ کر اسے دیکھا وہ ادھر متوجہ تھا۔ نظروں کا تصادم ہوا تھا۔ کچھ تھا سکندر کی آنکھوں میں۔ ماہم کو اپنے اندر ایک کوندا سا لپکتا محسوس ہوا وہ سرعت سے نظریں پھیر گئی۔ اس سمے دل کی حالت کچھ عجیب سی ہوئی تھی۔ سارا اختیار بے اختیاری میں بدلتا چلا گیا تھا۔

''آج دسواں روزہ ہے۔ سوچا تھا کہ شاپنگ کر لی جائے پھر تو مصروفیت میں نکلنا بھی نہیں ہوتا۔ ماہم تو آج آنے پر راضی ہی نہیں تھی وہ بھی روزے کی حالت میں گھر سے نکلنے میں ہی زبردستی گھسیٹ لائی تھی اور اب اس بارش نے سارے پروگرام کا ستیاناس کر دیا ہے۔''

سکندر نے ایک نظر اپنی شہادت کی اُنگلی سے اپنا تر چہرہ صاف کرتی ماہم کو دیکھا پھر آہستگی سے ٹشو باکس سے چار پانچ ٹشو کھینچ کر اس کی طرف بڑھا دیئے۔ ماہم جو اپنے اوپر کچھ کنٹرول کر چکی تھی اس عنایت پر چونکی۔ کچھ حیرت اور بے یقینی سے دیکھا وہ متوجہ کب تھا سامنے دیکھ کر صرف دائیں ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے ڈرائیو کر رہا تھا۔ دوسرا ہاتھ اس کی طرف بڑھائے ٹشو تھام لیے جانے کا منتظر تھا۔ اس نے آہستگی سے ٹشو تھام لیے۔ وہ اس سے زیادہ دیر خفا بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ یہ اس کی مجبوری تھی۔ گیلا چہرہ صاف کر کے ماہم نے ٹشو ڈیش بورڈ پر پھینکنے چاہے تھے جب سکندر نے ایک مسکراہٹ اس کی طرف اُچھالتے اس سے وہ استعمال شدہ ٹشوز تھام لیے وہ سمجھ بھی نہ سکی تھی کہ وہ ان سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگا تھا۔ ماہم ایک دم پزل سی ہو گئی۔

نہ جانے اس شخص کے تیور کیا تھے؟ کیوں تھے؟ کہاں وہ کبھی ایک نظر ڈالنے کا بھی روادار نہیں تھا اور کہاں اب اس قدر التفات پر آمادہ تھا۔ اس قدر دھیان کب رکھتا تھا وہ اس کا۔ وہ کنفیوژ سی ہو گئی تھی بے حد گھبرا کر گردن موڑ کر جویریہ کو دیکھا وہ اپنی بے ساختہ دھیمی مسکراہٹ کو اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر چھپانے کی کوشش میں چہرہ پھیر کر قطعی لاعلم ہونے کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ماہم پر گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔ کچھ خفگی سے چہرہ باہر پھیر لیا۔

''حد ہے کتنا ان رومینٹک کپل ہے آپ دونوں کا..... میں آپ دونوں کو فل موقع دے رہی ہوں اور آپ ہیں کہ.....'' جویریہ نے ماہم کے یوں خفگی سے چہرہ پھیر لینے پر کہا تھا۔ سکندر کا جاندار قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ماہم مزید سرخ پڑ گئی۔

''مثلاً کیا؟ کیا موقع؟ ڈیئر سسٹر اپنے اس جملے کی ذرا وضاحت بھی کر دیں۔'' ایک نظر ماہم کے سرخ ٹمٹماتے چہرے پر

ڈال کر ہنسی ہونٹوں پر دبا کر پوچھا تھا۔

''میں لاکھ وضاحت کروں۔ آپ دونوں پر کون سا اثر ہو جانا ہے۔ آپ کیا ماہم بھی گنوں کی پوری ہے۔ ایک مشرق ہے تو دوسرا مغرب۔ مجال ہے جو اس درمیانی فرق کو ختم کیا ہو کبھی۔'' ماہم اسے اندر ہی اندر کوس رہی تھی مگر جویریہ اس کے تیوروں سے بے خبر بآواز بلند چڑا کر کہہ رہی تھی۔

''اوہ..... تو مائنڈ یو پیاری سسٹر! جوگنوں کے پورے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ موضوع گفتگو بننے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جب اپنے جملہ حقوق محفوظ ہیں تو ہم سرِ عام مظاہرہ کیوں کریں۔ کیا سمجھیں.....'' وہ بظاہر اسے چھیڑ رہا تھا مگر نظریں سائیڈ مرر سے نظر آتے لمحہ بہ لمحہ سرخ ہوتے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

''سب سمجھتی ہوں..... پتا ہے مجھے.....'' جل کر جویریہ نے کہا وہ کھل کر ہنسا تھا۔ اس کی ہنسی کے جلترنگ ماہم کے اندر انتشار سا پیدا کر گئے تھے۔

''چلو بھئی فرض کرو میں تمہیں خوش کرنے کو ڈائیلاگ جھاڑ دیتا ہوں مگر یار کیا گارنٹی ہے کہ میرے لفظوں کو بھی شرف قبولیت بخشا جائے گا۔'' وہ کن اکھیوں سے اسے دیکھتے کہہ رہا تھا۔ ایک دم اس کا لہجہ لو دینے لگا تھا۔ ماہم کے اندر کپکپی سرائیت کرتی گئی تھی۔ کتنے واضح الفاظ تھے۔ کتنا صاف مفہوم تھا۔ نکلنے کو سو معنی تھے۔ مگر وہ چاہنے کے باوجود سر اُٹھا کر مقابل کو نہ دیکھ سکی تھی اس کی نظریں صرف اپنے ہاتھوں کو گھورتی رہ گئی تھیں۔

''یہ تو بعد پر منحصر ہے کہ شرف قبولیت بخشا جائے گا یا نہیں۔ اصل بات تو ہمت کرنے کی ہے جو میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں آپ سرعام کبھی نہیں کر سکتے۔'' جویریہ اب سکندر کو اُکسا رہی تھی ماہم اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔

''اوہ..... ہوں..... ہمت ہے یا نہیں..... مگر اصل بات جذبات کی ہوتی ہے۔ کھوکھلے لفظ یا جھوٹے مظاہرے قوتی خوشی مہیا ضرور کر سکتے ہیں۔ دائمی خوشی نہیں دیتے۔ میں دائمی خوشیوں کا قائل ہوں۔ قبل از وقت جھوٹے کھوکھلے الفاظ ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ جب حقوق محفوظ ہیں تو پھر چھوٹی موٹی بے ایمانیاں کیوں کروں۔ پیاری بہنا! حقیقت پسند آدمی ہوں۔ دوسرے معنی میں پریکٹیکل بندہ ہوں۔ اب اُلٹی سیدھی بکواس کرنے سے تو رہا۔''

ماہم کے اعصاب تک جھنجھنا اُٹھے۔ کیا کہہ گیا تھا وہ۔ اس کے نزدیک یہ سب بکواس تھا۔ اس کے چہرے کے زاویے بگڑنے لگے۔ اس نے حد درجہ سنجیدگی سے کہا تھا جویریہ بھی چپ سی ہو گئی تھی۔ ماہم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کوئی چیز اُٹھا کر جویریہ کے سر پر دے مارے جس نے اس کا رہا سہا بھرم بھی توڑ دیا تھا۔ اس نے یہ سب کیوں کیا تھا۔ وہ سب سمجھ رہی تھی۔ ماہم کے اندر ایک عجیب سی لہر اُٹھی تھی۔ اس نے اسے غم سے بوجھل کر دیا تھا۔ وہ لہر بوچھاڑ بن کر اس کے اندر کن من کا سبب بننے لگی تھی۔ نمکین پانی کا گولہ حلق میں اٹک گیا تھا۔ اپنا آپ سنبھالنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔

''ہاں..... جانتی ہوں میں کتنے پریکٹیکل ہیں آپ؟ جدھر آپ کی امی نے باندھ دیا بندھ گئے۔ اتنے ہی شریف ہیں نہ آپ.....'' تھوڑی دیر بعد جویریہ نے پھر جل کر کہا تھا سکندر مسکرا دیا تھا۔ گاڑی گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔ سکندر کی نظریں ماہم کے چہرے پر پڑیں تو ٹھٹک گئیں۔ وہ سر جھکائے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔ اس کے مسکراتے لب ایک دم

ساکت ہو گئے۔ جویریہ اور اس کے الفاظ کس قدر اس کو دُکھی کر سکتے ہیں وہ قطعی بے خبر تھا۔ لب بھینچے ایک نظر پھر ڈالی وہ چہرہ موڑ گئی تھی۔ سوائے دہکتی سرخ ناک کے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

اس سمے جویریہ کی یہ قینچی کی طرح بلا سوچے سمجھے چلتی زبان سخت گراں گزر رہی تھی۔ اعصاب سکڑ سے گئے تھے۔ گاڑی پورچ میں جا کر جیسے ہی رُکی۔ ماہم اندر بڑھ گئی تھی۔ لاؤنج میں امی بیٹھی ہوئی تھیں۔ سلام کر کے کمرے میں گھس گئی۔ اس وقت چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ بس ضبط جھلک آنے کو بے تاب تھا۔ بیدردی سے اپنے رُخسار رگڑ کر چادر نوچ کر صوفے پر پھینکی تھی۔ سردی سے وجود کپکپا رہا تھا۔ الماری سے گرم سوٹ نکال کر فوراً باتھ روم میں گھس گئی۔ آنکھیں مسلسل جل رہی تھیں پانی کی روانی میں کتنے ہی آنسو بہہ گئے۔ نہا کر دل کا غبار نکال کر لباس پہن کر باہر نکلی تو اپنے کمرے میں صوفے پر سکندر کو براجمان دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ سکندر نے اس پر ایک بھرپور نظر ڈالی تھی۔ دھلا دھلایا نکھرا نکھرا معطر وجود ساری کثافت بہا لے گیا تھا۔ گرے کلر کا گیلا لباس بدن پر جا بجا چپکا ہوا تھا۔ لمبی اُلجھی زلفوں کا آبشار پشت پر بکھرا قطرہ قطرہ پانی ٹپکا رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک اس کے وجود سے نظریں نہیں ہٹا پایا تھا۔ وہ خجل ہوتی ایک الماری کی طرف بڑھی تھی۔ وہاں دوپٹہ نکال کر کندھوں پر پھیلا لیا تھا۔ ''آپ..... اپنے کمرے میں اس کی موجودگی اس کے ہاتھ پاؤں پھیلا دینے کو کافی تھی۔ صرف یہی کہہ سکی تھی۔

''یہ سامان رکھنے آیا تھا۔'' اس نے صوفے کے قریب رکھے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کیا وہ چپ ہو گئی۔ وہ چند منٹ تو اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر صوفے سے اُٹھ کر دھیرے دھیرے قدم اُٹھاتا اس کے قریب آ رُکا تھا۔ ماہم کی پلکیں ان دیکھے بوجھ سے جھک گئی تھیں۔ اندر ہی اندر گھبراہٹ ہونے لگی۔ آنکھوں کو جھکا کر چہرہ پھیر لیا مبادا اس کے آنسوؤں کا راز نہ کھل جائے۔

''ماہی.....'' اس کی نازک سی لانبی انگلیوں والے کپکپاتے شفاف ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس نے پکارا تھا۔ وہ ذرا دیر کو پلکیں اُٹھا پائی تھی پھر نہ صرف چہرہ جھکا لیا تھا بلکہ اپنے ہاتھ چھڑا کر رُخ بھی موڑ گئی تھی۔ وہ اس کے اس قدر قریب کھڑا تھا اس کے یوں سرعت سے رُخ موڑنے پر گیلی زلفوں کے کئی موتی اس کے سینے پر گرے تھے۔ روح تلک میں ایک ٹھنڈی لہر اُتر گئی تھی۔ جس کی ٹھنڈک کو اس نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

''جی کہیے..... کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟ میں سن رہی ہوں۔'' اسے کچھ پل لگے تھے خود کو مضبوط کرنے میں وہ پھر پہلے جیسی اکھڑ مزاج، تند خو لڑکی بن گئی تھی ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کے کہے لفظ اسے اچھی طرح ازبر تھے۔ کتنی ہتک محسوس ہوتی تھی۔ کتنا خود کو گھٹیا محسوس کیا تھا کچھ دیر پہلے ماہم نے۔ اب تو وہ صرف پھر اپنی انا کے مضبوط قلعے میں بند ماہم افتخار تھی۔ وہ دل سے زیادہ دماغ کی مانتی تھی۔ ''سنو..... رئیلی میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ مجھے اندازہ ہے تمہیں دُکھ ہوا ہوگا۔ مگر بلیومی۔ وہ تو خود بخود گفتگو جویریہ کی باتیں سن کر اس رُخ پر چلی گئی تھی۔ اگر تمہیں بُرا لگا.....'' وہ مزید کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ جب وہ ایک دم پلٹی تھی۔

''پلیز مجھے نماز ادا کرنی ہے۔ دیر ہو رہی ہے..... ایکسکیوزمی.....'' اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتا وہ ایک دم اُس کے سامنے سے ہٹی پھر وضو کی نیت سے دوبارہ باتھ روم میں جا بند ہوئی وہ ایک گہری سانس خارج کرتا بند دروازے کو گھورتا رہا اور گہری سانس بھرتا کمرے سے نکل گیا تھا۔

نماز تراویح ادا کر کے وہ کچن میں چلی آئی۔ افطاری کے بعد کے تمام برتن سنک میں دھونے والے پڑے ہوئے تھے وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی برتن خالی کر کے چھوٹی موٹی تمام بے ترتیب چیزیں بکھرے ڈبے سب کچھ ان کی جگہ پر ترتیب سے رکھا۔ ٹیبل پر کپڑا لگا کر برتنوں سے طبع آزمائی کرنے لگی سامنے اسے مصروف دیکھ کر دروازے پر ہی رُک گیا۔ پردۂ ذہن میں کچھ الفاظ سے گردش کرنے لگے۔

اک دن اک پاگل لڑکی نے
اپنے گھر کی اونچی چھت سے
اپنے سارے خواب اُتارے
خواہشوں کے ٹکڑوں کو جوڑا
گیلے کپڑے تیز ہوا کے ہاتھ سے چھینے

ماہم اسے یوں رُکتے پھر غور سے دیکھتے محسوس کر کے پلٹی۔

''کیا بات ہے کچھ چاہیے آپ کو.....'' وہ پوچھ رہی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔ پھر سر جھٹکا اور اندر داخل ہوا۔ وہ برتن دھو کر ٹوکری میں رکھ رہی تھی۔ وہاں سے ایک گلاس اُٹھایا اور اس کے قریب ہی جا رُکا۔

''ایک گلاس پانی تو دو ذرا..... سارا دن روزہ ہوتا ہے اور افطاری کے بعد پیاس بھی اسی حساب سے لگتی ہے۔'' ہلکے سے اپنے سر کو جھٹکتے گلاس اس کی طرف بڑھائے کہہ رہا تھا وہ جو اس کے لفظوں کے زیر اثر تھی۔ اس عمل کو نہ سمجھ سکی تھی۔ حیرانگی سے بدستور دیکھ رہی تھی وہ مزید مسکرا رہا تھا پھر تھوڑا سا اس کی طرف جھکا تھا۔

''قسم سے ماہم! بہت پیاس ہے اندر تلک..... کیا پیاس نہیں بجھاؤ گی؟'' خمار آلودہ لہجہ آنکھوں میں عجب رنگ لیے مسکرا رہا تھا۔ ماہم چونک گئی تھی۔ ایک دم پزل ہو کر پیچھے سرکی تھی۔ کانپتے ہاتھوں سے گلاس تھام لیا تھا۔ نل سے پانی بھر کر اسے پکڑا دیا تھا۔ اس کی طرف دیکھنے سے قصداً گریز کیا۔ وہ گلاس لے کر اسٹول پر جا بیٹھا تھا۔ رُخ موڑ کر سنک کو دھو کر فل بند کیا۔ سکندر پانی پی کر اسے ہی بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ گلاس لینے اس کے قریب آئی تھی۔ گلاس لینے کو ہاتھ بڑھایا تھا جب اس نے اس کا نرم ہاتھ تھام لیا تھا۔ ہاتھ یخ ہو رہا تھا۔ ماہم اسے دیکھتی رہی۔

''تم نے پوچھا نہیں میری اس نظم سنانے کا کیا مقصد ہے؟'' وہ دلکشی سے اس کے چہرے کے رنگوں پر نظریں جمائے پوچھ رہا تھا۔ ماہم نے ایک گہری سانس کھینچی۔

''مجھے کیا علم..... نظم تو آپ نے سنائی ہے۔ مقصد بھی آپ کے ذہن میں ہوگا۔'' دھڑ دھڑ کر کے ساری خواہشوں کی تتلیاں اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھیں۔ بہت تلخی سے جواب دیا تھا۔ سکندر دیکھ کر رہ گیا۔ اس دن کے لفظوں کا اثر ابھی بھی اس کے چہرے پر تھا۔ ناراضگی ابھی بھی برقرار تھی۔

''اُس دن کی باتوں پر ابھی تک ناراض ہو۔'' اسی طرح ہاتھ تھامے بڑی لگاوٹ سے وہ پوچھ رہا تھا وہ تلخی سے مسکرا دی۔

''کیوں میری بھلا آپ سے کیا ناراضگی؟ آپ نے ایسی کون سی غلط بات کہہ دی تھی۔ آپ تو بہت حقیقت پسند آدمی

ہیں..... پھر یہ استفسار کیوں؟'' تلخی سے وہ اسے اسی کے لفظوں کی مار مار رہی تھی۔ وہ کھل کر ہنس رہا تھا۔

''ہاں یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ..... یہ موڈ ابھی تک بہتر کیوں نہیں ہوا۔ یہ جو میں نے سنا ہے تھوڑی تھوڑی تم پر آفت آتی ہے۔ کیوں آئی ایم رائٹ.....'' نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ ماہم کے اندر ایک آگ بھڑک اُٹھی تھی۔ اتنی دیر کی اس کی لن ترانیوں کا محرک یہ تھا۔

''میں واقعی ہی حقیقت پسند رہنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم بھی بن جاؤ۔ حقیقت پسندی سے انسان بڑے بڑے نقصانات سے بچ جاتا ہے..... بلیومی..... تمہاری ناگواری اور اس طرح ری ایکٹ کرنے سے مجھے اُلجھن ہونے لگتی ہے۔ کیا یہ نیا تعلق پُرانے رشتوں کو ختم کر گیا ہے۔ یا سرے سے تم کو یہ تعلق گوارا ہی نہیں؟'' ماہم کے بھینچے بھینچے اعصاب کشیدہ چہرے پر ایک گہری مسلسل نظر ڈال کر وہ پوچھ رہا تھا تو ماہم نے ایک دم جھٹکے سے اس کی گرفت سے اپنی کلائی کو آزاد کرا لیا تھا۔ جو بولی تو آواز اس کے اندر کے موسموں کا بخوبی پتا دے رہی تھی۔

''غلط فہمی ہے آپ کی۔ میری بھلا آپ سے ایسی کیا خفگی۔ اچھا ہوا نا کہ آپ کی باتوں نے میری آنکھیں کھول دی ہیں اور پھر یہ کہ ہمارے درمیان پہلے کون سا بڑے خوشگوار تعلق تھے۔ استوار تھے جواب کشیدہ ہو جانے پر باعث ملال ہو جائیں گے۔ میں ایسی ہوں۔ البتہ آپ کو فکر ہونی چاہیے میں خوامخواہ آپ کی امی کی بدولت آپ کے سر منڈھ دی گئی ہوں۔'' تلخی ابھی بھی اس کی سپاٹ آواز میں رچی بسی تھی۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا تھا۔ کس قدر غلط فہمی کا شکار تھی وہ۔ وہ گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر اسے کھنگال کر اس کی جگہ پر رکھ کر فریج سے دودھ کا پیکٹ نکال کر اپنے لیے چائے بنانے لگی۔ وہ ابھی بھی بیٹھا ہوا تھا چپ چاپ خاموش۔ ہاں صرف اس کی آنکھیں باتیں کر رہی تھیں اور ماہم کو اس کی آنکھوں کی زبان سے ہمیشہ خوف آیا تھا۔ وہ ہمیشہ اس کی آنکھوں سے ہار جاتی تھی۔ ہمیشہ اس کا بے پناہ اعتماد یقین بھروسہ خود اعتمادی، غرور، انا، پل ہی پل میں اس کی آنکھوں کو ایک نظر دیکھ لینے سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جاتے تھے۔ اس وقت بھی اس کی اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں۔

''چائے پئیں گے.....'' اس کی مسلسل چپ اور آنکھوں سے گھبرا کر اس نے پوچھا تھا۔ وہ ہنس دیا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہاں ضرور پیئوں گا۔ اگر تم چاہ سے پلاؤ گی۔'' لفظ ''چاہ'' پر زور دیتے وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''میں اپنے کمرے میں ہوں۔ چائے بنے تو ادھر ہی دے جانا۔'' دروازے کے قریب رُک کر اس نے کہا تھا وہ پلٹی تو وہ جا چکا تھا وہ لب بھینچ کر کھڑی رہی۔ چائے بنی تو پہلے امی ابو اور جویریہ کو پہنچائی پھر ٹرے میں دو کپ لیے سکندر کے کمرے کی طرف چلی آئی۔ خیال تھا کہ اسے کپ تھما کر فوراً اپنے کمرے میں چلی جائے گی۔ ادھ کھلے دروازے سے وہ اندر داخل ہوئی تو وہ الماری کھولے کھڑا تھا۔ جسم پر صرف ٹراؤزر تھا شاید سونے کا ارادہ تھا اسی لیے لباس بدل رہا تھا۔ ماہم کو بے پناہ شرمندگی شرم و خجالت کے احساس نے آلیا۔ اسے کمرے میں دستک دے کر اجازت لے کر آنا چاہیے تھا اپنی حماقت و سنگین غلطی کا فوراً احساس ہوا۔

''سوری..... وہ..... میں'' اس کا سر جھک گیا تھا۔ اب وہ پلٹ کر واپس بھی نہیں جا سکتی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ ٹرے یہیں پھینک کر سر پاؤں پر رکھ کر بھاگ جائے۔ شرمندگی سے چہرہ علیحدہ سرخ رنگ ہو گیا تھا۔

''اٹس اوکے..... بیٹھو تم.....'' اسکائی بلیو شرٹ نکال کر کھڑے کھڑے عجلت میں پہنتے اس نے کہا وہ نفی میں سر ہلا گئی۔ پھر

نظریں اُٹھا کر مقابل کو دیکھنے کا پارہ کب تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک منٹ کی تاخیر کیے فوراً کمرے سے نکل جائے۔

''یہ چائے لے لیں۔'' کف اُلٹا کر شرٹ کے نچلے تین تین بٹن بند کر کے وہ عجلت میں اس کے قریب آ گیا تھا۔ ٹرے سے کپ اُٹھانے کے بجائے ٹرے ہی اس کے ہاتھوں سے تھام لی تھی۔

ماہم نے اس کے اس اقدام پر کچھ حیرت سے اُسے دیکھا تھا۔ وہ ٹرے بستر کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔

''بیٹھو.....'' سکندر نے بستر کی طرف اشارہ کیا وہ نفی میں گردن ہلا گئی۔

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' نظریں چراتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دیا۔ وہ تو مجھے بھی آ رہی ہے مگر.....'' ایک بھرپور نظر اس کے چہرے کے رنگوں کا طواف کرنے لگی۔ وہ حواس باختہ ہو گئی تھی۔ چہرے پر بے پناہ رنگ اُتر آئے تھے۔

''وہ میں جاؤں.....'' وہ بھاگ جانے کو تھی۔ سکندر کے ہونٹوں پر بے پناہ رنگ اُتر آئے تھے۔

''ہاں ضرور..... پہلے میرے ساتھ چائے پیو گی پھر.....'' اک استحقاق بھرے انداز میں اس کا ٹھنڈا یخ ہاتھ تھام کر بستر پر لا بٹھایا۔ وہ خوفزدہ سی کوئی مزاحمت بھی نہ کر سکی۔

''ہاں بتاؤ اب..... کیا پریشانی ہے تمہیں؟ وہ کون سا مسئلہ ہے جس نے تمہیں یوں اُلجھا دیا ہے۔ کیوں ہر دم ہر پل مجھ سے کھنچی رہتی ہو۔ یہ ہر وقت کی بیزاری، لاتعلقی، اجنبیت، خودسری آخر کیوں؟'' ایک کپ اُسے تھما کر دوسرا خود لے کر چسکیاں بھرتے پوچھ رہا تھا۔ ماہم پر یہ لمحات بہت بھاری تھے۔ اس کے لب خود بخود بھینچ گئے تھے۔

وہ اسے کیسے بتاتی اسے کیا دُکھ ہے۔ کیا کیا غم اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ رہا تھا۔ کون سی انہونی خواہش اس کی ذات کے حصار کو چھیڑ رہی تھی وہ کچھ بھی تو اسے نہیں کہہ سکتی تھی۔ بہت چاہنے کے باوجود شکوہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ایک تھکی تھکی اُلجھی نظر سے اسے دیکھ کر وہ سراپا سوال بنا ہوا تھا۔ نظریں اس کے چہرے سے بھٹکتی ہوئی اس کے کھلے گریبان میں اُلجھ گئی تھی مگر اگلے پل ہی وہ نظریں چرا گئی تھی۔

''ماہی! بتاؤ۔ میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔'' اس نے اس کی چپ کو توڑنے کو پھر پوچھا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس خارج کرتے اسے دیکھا۔

''ایم سوری..... مجھے نہیں علم آپ کیا جاننا چاہتے ہیں۔ میرے پاس آپ کے ان لایعنی سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔'' تلخی سے کہہ کر وہ ایک کپ تھام کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ سکندر نے اسے دیکھا وہ دروازے کے پاس جا کر ایک پل رُک گئی۔ چہرے پر ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ تھی۔ ''آپ تو بہت حقیقت پسند ہیں نا..... مجھے نہیں اندازہ آپ نے کس خیال سے مجھ پر یہ بات باور کروائی ہے مگر اتنا مشورہ ضرور دوں گی کہ یہ سوال مجھ سے بار بار کرنے کے بجائے آپ اپنے آپ سے کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ مجبوری آپ کے ساتھ ہے میرے ساتھ نہیں اور لڑکیوں سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ وہ کیا چاہتی ہیں؟ ان کی کیا خواہش ہے۔ انہیں تو صرف فیصلہ سنایا جاتا ہے اور سر جھکا دیتی ہیں۔ پھر ان سوالوں کا مقصد کیا۔ بہتر ہے سکندر صاحب آپ یہ سوال اپنے آپ سے کر لیں تو بہت جلد جواب بھی مل جائے گا۔''

یہ سب کہتے ہوئے دُنیا بھر کی ناگواری و بیزاری اس کے لہجے میں تھی وہ اپنی بات کہہ کر دروازے کی دہلیز پر پار کر گئی تھی۔

سکندر چائے کا ایک گہرا گھونٹ بھر کر وہیں کھڑا دیکھتا رہا جہاں وہ بادِ صبا کی طرح گزر گئی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ کبھی کوئی پرفیوم استعمال نہیں کرتی لیکن پھر بھی ایک مانوس سی خوشبو سکندر کو کمرے میں محسوس ہو رہی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر اس نے اس خوشبو کو اپنے اندر جذب کرنا چاہا تھا۔

''پاگل..... احمق لڑکی.....'' باقی ماندہ چائے اس نے ایک ہی گھونٹ میں حلق میں اُنڈیل کر کپ خالی کیا تھا۔

❖ ❁ ❖

ساری رات بیت گئی تھی۔ دور کہیں تہجد کی اذانیں ہو رہی تھیں ماہم نے بیدردی سے اپنا تر چہرہ صاف کیا۔ وہ سکندر کو کیا بتاتی اس کے دل کے اندر کتنی بدگمانیاں ہیں اس کے خلاف..... کس قدر منفی انداز میں وہ سوچتی ہے اس کے بارے میں مگر یہ سچ تھا وہ اپنے دل کی پوری گہرائیوں سے اسے چاہتی تھی۔ بہت شدت سے اس سے محبت کرتی تھی۔ ٹوٹ کر چاہتی تھی مگر اسی شدت سے اس سے متنفر بھی تھی۔ اس سے نالاں بھی تھی اس سے ہزاروں شکوے بھی تھے۔ دو ماہ پہلے ان دونوں کا نکاح ہوا تھا۔ مرینہ کی شادی پر۔ مرینہ سکندر کی چھوٹی بہن تھی۔ سکندر اس کا خالہ زاد تھا۔ شروع میں ابو امی کے ہاں جب کوئی اولاد نہ ہوئی تو نسرین خالہ نے سکندر کو ان کی جھولی میں ڈال دیا تھا اس وقت مرینہ اور سکندر دو ہی بہن بھائی تھے۔ امی ابو سکندر کو پا کر بہت خوش رہنے لگے تھے۔ شاید سکندر کے وجود کی بدولت ہی صرف دو سال بعد وہ خود پیدا ہوئی تھی جہاں اس کا وجود امی ابو کو نئی خوشیوں سے ہمکنار کر گیا مگر وہیں سکندر کی اہمیت اس کا مقام جوں کا توں برقرار تھا۔ نسرین آنٹی اور جبار انکل نے اسے واپس لے جانا چاہا مگر امی ابو نہیں مانے تھے وہ وہیں رہ گیا تھا۔ پھر جب امی ابو کے ہاں جویریہ پیدا ہوئی نسرین آنٹی کے ہاں مرینہ پیدا ہوئی تھی جویریہ کے بعد امی ابو کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی جبکہ نسرین آنٹی کے ہاں سبحان اور شاید اوپر تلے پیدا ہوئے تھے اس طرح سکندر ہمیشہ کے لیے ان کے پاس رہ گیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سکندر سے ان کی محبت مزید بڑھی تھی۔

''سنیہا جاوید'' وہ نام تھا جو ماہم کی شفاف محبت بھری زندگی میں پتھر کی طرح آیا تھا اور اس کی محبت بھرے دل کی جھیل میں ایک ہلچل مچا گیا تھا۔ سنیہا سکندر کے باس کی بیٹی تھی۔ وہ اسے پسند کرتا تھا شادی کرنے کا خواہاں تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا صرف تین ماہ پہلے کی ہی تو بات تھی جب سکندر نے اسے خود سنیہا کے متعلق بتایا تھا اور ساتھ یہ خواہش بھی ظاہر کی تھی کہ وہ سنیہا سے شادی کرنا چاہتا ہے اور وہ اس سلسلے میں اس کی مدد کرے۔ وہ جو نہ جانے کب اسے چاہنے کی غلطی کر بیٹھی تھی۔ اس بات پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ ساتھ رہتے ایک ساتھ جوان ہوتے ایک دوسرے کے دُکھ سکھ، راز، غم، خوشیاں شیئر کرتے وہ اس سے محبت کر بیٹھی تھی مگر وہ کسی اور میں انوالو تھا یہ وہ کانٹا تھا جو اس کا دل لہولہو کر گیا تھا۔ پھر اس نے نسرین آنٹی تک سکندر کی خواہش پہنچا دی تھی۔ نسرین بھی ہکّا بکّا تھیں۔ انہیں بھی شاید یقین نہیں آیا تھا۔ اسے نہیں علم پھر کیا ہوا تھا سکندر اور آنٹی کے درمیان کیا بات ہوئی تھی۔ بس اسے جویریہ اور میرینہ کے ذریعے بس یہی علم ہو سکا تھا کہ نسرین آنٹی اسے اپنی بہو بنانے کی خواہش رکھتی ہیں وہ جو سکندر کے گھاؤ سے بھی نہیں سنبھل سکی تھی آنٹی کی اس خواہش پر حیران ششدر رہ گئی۔ اپنی طرف سے تو وہ اپنی قسمت کو روکر چپ رہ گئی تھی مگر اب یہ ایک نیا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ وہ منتظر تھی کہ سکندر امی یا نسرین وغیرہ میں سے کسی نے اس کی سکندر سے شادی کی بات کی تو وہ صاف انکار کر دے گی۔ وہ ساری عمر اسے نبھانے کی آگ میں جل سکتی تھی مگر یہ گوارہ نہیں تھا کہ سکندر کی زندگی میں زبردستی

مسلط کر دی جائے۔اس نے سوچ لیا تھا کہ سکندر سے کبھی شادی نہیں کرے گی مگر ہوا کیا کسی کو اس سے پوچھنا کیا، بتانا بھی گوارہ نہیں کیا تھا بلکہ سکندر تک لاعلم تھا مرینہ کی شادی پر جب اس کی مایوں تھی دونوں کے نکاح کی تقریب منعقد ہوئی تھی وہ جونسرین آنٹی کے ہاں مرینہ کی مایوں میں شرکت کے لیے گئی تھی وہ سکندر کی بیوی بن کر اگلے کئی دنوں تک حیران و ششدر رہ گئی تھی۔ایک طرح اس پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا مگر یہ سکتہ اس دن ٹوٹ گیا جب دونوں کے نکاح کے ٹھیک پندرہ دن بعد سنیہا جاوید کا فون آیا تھا۔اس دن اسے اپنے نقصان کا شدت سے اندازہ ہوا تھا۔سکندر سے اس کا رویہ خود بخود بُرا ہوتا چلا گیا۔اس کا رویہ انداز و اطوار پہلے جیسے ہی تھا بلکہ پہلے سے ہٹ کر وہ اس سے نئے تعلق کے خیال سے بھی بہت اچھے انداز میں پیش آنے لگا تھا مگر اسے یہ سب سکندر کا دوغلا پن اور فراڈ لگتا تھا۔

''محبت کسی سے اور نکاح کسی سے۔'' یہی گرہ اس کے دل پر بندھ گئی تھی جو اسے سکندر کی جانب سے دن بدن بدظن کرتی جا رہی تھی۔

وہ شاید اس سے کبھی نکاح نہ پڑھواتی اگر نسرین آنٹی کی عین نکاح کے وقت طبیعت خراب نہ ہو جاتی۔انہیں اکثر دل کی تکلیف رہتی تھی اس دن زیادہ ہونے لگی تھی۔ایسے حال میں وہ انکار کر کے کوئی رسک نہیں لے سکتی تھی سو چپ چاپ قربان ہو گئی تھی مگر ہر گزرتا پل اسے اپنے نقصان کا احساس دلا رہا تھا اب تو سکندر بھی اس کی تلخی اور ناگواری کو محسوس کرنے لگا تھا اکثر اس سے پوچھنے لگا تھا۔اس کے رویے کا محرک جاننے کا مقصد کیے ہوئے تھا مگر وہ اس سے کیا کہتی وہ خود سمجھنے سے قاصر تھی۔اب تو دل کی بھی نہیں سنتی تھی ہر وقت اُلٹا سیدھا سوچتی رہتی تھی۔سکندر کو اپنانا مشکل تھا تو چھوڑنا اس سے زیادہ تکلیف دہ تھا مگر وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی جبکہ دوسری طرف نسرین آنٹی امی ابو سے عید کے بعد رُخصتی کا کہہ چکی تھیں۔نہ جانے اس کے لیے وقت کے ہاتھ میں کیا تھا مگر وہ خوش نہیں تھی اور نہ ہی رُخصتی چاہتی تھی۔بس خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرف وقت رُک جائے یا کوئی معجزہ ہو جائے۔

یونہی لیٹے لیٹے نہ جانے کتنے پل گزر گئے تھے اچانک ٹائم پیس پر الارم بجا تو وہ چونک گئی۔ساری رات بیت چکی تھی۔اپنے بولوں کو سمیٹتے کمبل ہٹا کر وہ اُٹھ بیٹھی۔منہ ہاتھ دھو کر آئینے کے سامنے آ رُکی ڈریسنگ ٹیبل سے اپنا ہیئر کیچر اُٹھا کر اپنے لمبے بالوں کو اُن میں جکڑ کر باہر نکل آئی۔جویریہ ابھی تک نہیں اُٹھی تھی۔پہلے امی ابو کو جا کر اُٹھایا پھر جویریہ کو، وہ کسمسا کر دوبارہ سو گئی تو وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر کچن میں آ گئی۔وقت کم تھا اور اسے اکیلے ہی ساری سحری تیار کرنی تھی۔سب کچھ تیار کر کے سب لوازمات ٹیبل پر سجا کر امی ابو کو اطلاع دے کر جویریہ کے کمرے میں آ گئی۔سحری میں صرف پچاس منٹ باقی تھے مگر وہ ابھی خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔ماہم کو بہت غصہ آیا۔جھنجھوڑ کر اسے اُٹھایا۔سوندھی سوندھی آنکھوں سے وہ اسے دیکھنے لگی۔

''کیا بات ہے؟''

''روزہ رکھ لو..... وقت بہت کم ہے..... پانچ منٹ میں منہ دھو کر ٹیبل پر آ جاؤ..... ورنہ.....'' اس نے اس کے اوپر سے کمبل کھینچ لیا۔

''اُٹھ رہی تھی۔ایک تو تم بھی نا۔ سچی ماہی! اتنا مزے کا خواب آ رہا تھا۔سارا مزہ ہی کرکرا کر دیا۔عین کلائمکس پر تم نے جھنجھوڑ ڈالا ہے۔کیا سین تھا تمہاری شادی ہو رہی تھی۔رُخصتی ہو رہی تھی۔تم رو رہی تھی اور تم تم.....''

''بس..... بی بی.....بس ان خوابوں سے باہر نکل آؤ تمہیں تو جاگتے میں خواب دیکھنے کی عادت ہے اب تو تم ویسے بھی نیند میں تھیں۔'' اس نے جلدی سے اس کی زبان کو بریک لگا دیئے تھے۔ وہ بُرے بُرے منہ بنانے لگی۔ ''جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر باہر آ جاؤ اور ہاں اپنے سکندر بھائی کو بھی اُٹھا دو تمہاری طرح انہیں بھی عین وقت پر اُٹھنے کی عادت ہے جب سحری کا وقت ختم ہونے میں صرف پندرہ منٹ رہ جاتے ہیں۔''

''میں نہیں جا رہی انہیں اُٹھانے.....'' وہ ایک دم انکار کر کے بستر سے اُتری

''کیوں؟'' وہ حیران ہو کر بولی۔

''سو سو نخرے کرتے ہیں اُٹھنے میں.....تمہارے ہی مجازی خدا ہیں تم ہی نمٹو ان سے مجھے تو معاف ہی رکھو۔ سو بار جھنجھوڑنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر ان کی آنکھ کھلتی ہے۔'' وہ صاف ہری جھنڈی دکھا کر باتھ روم میں گھس گئی تھی۔

''جویریہ کی بچی بڑی بکواس کرنی آتی ہے تمہیں۔ سیدھی طرح جا کر اُٹھاؤ انہیں۔'' وہ دانتوں پر برش کر رہی تھی جب اس نے اس کے سر پر جا کر کہا تھا وہ سر انکار میں ہلاتی اسی طرح اپنے کام میں مصروف رہی۔ وہ ایک دو پل کھڑی رہی جب سمجھ گئی کہ وہ بالکل نہیں جائے گی تو وہ اسے گھورتی باہر نکلی۔

''مرو تم.....'' منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے کچن میں آ گئی امی ابو ٹیبل پر موجود تھے۔

''جویریہ سکندر نہیں اُٹھے ابھی تک.....'' امی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''جویریہ اُٹھ گئی ہے۔ بس آ رہی ہے مگر سکندر.....'' وہ چپ ہو گئی۔

''تو جاؤ اسے کہو ابھی اُٹھ جائے.....وقت بہت کم ہے۔'' امی نے کہا تو اسے مجبوراً کچن سے نکلنا پڑا۔ اب بادل نخواستہ اسے اُٹھانا ہی تھا۔

دروازے پر دستک دے کر کمرے میں داخل ہو گئی۔ انداز بہت محتاط تھا پہلے گردن اندر کر کے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ وہ ابھی تک بستر پر دراز تھا وہ اندر آ گئی۔ اب آ تو گئی تھی مگر سمجھ نہ پائی کہ کس طرح اُٹھائے اردگرد دیکھا بائیں طرف ریک میں پڑا ٹائم پیس مل گیا۔ الارم سیٹ کر کے اس کے سرہانے کان کے قریب رکھ کر ابھی اس نے سیدھا ہونا چاہا تھا جب آہنی گرفت نے اس کا ہاتھ دبوچا تھا۔

''ماہی.....'' آنکھیں پوری طرح وا کر کے وہ مسکرایا تھا۔ وہ حیران ہوئی وہ تو سمجھ رہی تھی کہ وہ سویا ہوا ہے

''آپ.....آپ جاگ رہے تھے۔'' وہ حیران ششدر کہہ رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر اس کے ہاتھ کو جھٹکا تھا وہ جو پہلے ہی بے توازن کھڑی تھی منہ کے بل بستر پر جا گری تھی۔

''نہیں.....میں سو رہا تھا مگر ابھی تمہاری خوشبو نے تمہاری خبر دی تو اُٹھ گیا۔''

''آپ.....'' بے بسی سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اپنی بازو کا حصار اس کے وجود پر کھینچ گیا تھا۔ اس نے اپنی ڈبڈباتی آنکھوں سے اسے دیکھنا چاہا مگر وہ آنکھیں بند کیے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا یوں جیسے اس کے وجود کی خوشبو اپنے اندر اُتار رہا ہو۔

''روز جویریہ مجھے اُٹھاتے ہوئے ضرور جتاتی تھی کہ مجھے نیند سے جگانے کا فریضہ تمہارے ذمے ہے کل تو دھمکی بھی دے دی تھی اس لیے میں خود سے نہ اُٹھا تو وہ تمہیں بھیجے گی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ وہ اتنی جلدی اپنی دھمکی پر عمل کر دکھائے گی۔'' بے خود سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ماہم کو یونہی لگا جیسے وہ آج حواسوں میں نہیں ہے۔ کتنے برسوں کا فاصلہ لمحوں میں ختم کر دیا گیا تھا۔ ماہم کو اس کے بازوؤں کی گرفت میں اپنا سانس رُکتا محسوس ہوا۔

''سکندر کیا ہو گیا ہے آپ کو پلیز چھوڑیں مجھے.....'' ناگواری تلخی ناپسندیدگی نہ جانے کیا کچھ تھا ماہم کے لہجے میں سکندر نے جھٹ آنکھیں کھول دیں ابھی وہ کچھ کہنا چاہتا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔ پھر دروازے سے جویریہ کی آواز آئی تھی۔

''اگر سکندر بھائی آپ اُٹھ گئے ہیں تو اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ تشریف لے آئیں کیونکہ امی ابو ایک منٹ کی تاخیر کیے بغیر خود آنے کی زحمت کر سکتے ہیں۔'' سکندر نے کچھ خفیف سا ہو کر بازو ہٹا لیے تھے۔ ماہم یوں بھاگی تھی جیسے قید سے رہائی ملی ہو۔

❖ ❁ ❖

دن اپنی رفتار سے گزر رہے تھے سارا دن روزے کی حالت میں دن بھر کام کاج کرتے اور عبادت کرتے گزرتے تھے۔ اس نے ماسٹر آف کامرس کے ایگزامز دیئے تھے فی الحال فارغ تھی۔ جویریہ نے صرف گریجویشن کیا تھا۔ آج کل وہ ایک ڈیزائننگ انسٹیٹیوٹ سے ڈپلومہ کر رہی تھی۔ وہ کام کاج سے فارغ ہوئی تو لاؤنج میں آ بیٹھی۔ ارادہ تھوڑا بہت ستانے کا تھا مگر فون کی بیل ہوئی تو فوراً اُٹھ بیٹھی۔

''ہیلو.....السلام وعلیکم۔''

''وعلیکم السلام! جی سکندر گھر پر ہیں۔'' جانی پہچانی آواز تھی وہ ایک دم چونک گئی۔ اندر تک ایک سرد سی لہر سرائیت کرتی گئی۔

''سنیہا جاوید.....'' وہ آج کل سکندر کے تیور دیکھ کر کچھ خوش گمان سی ہو گئی تھی ایک دم ہراساں سی ہو گئی۔ ''تو سکندر ایک ساتھ دو دو کو چکر دے رہا ہے۔'' ایک دم دُکھ نے آ لیا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ سکندر اس کو چاہنے لگا ہے اسی لیے.....مگر اب۔''

''جی نہیں.....وہ گھر پر نہیں ہیں۔'' اس کی آواز یکدم سپاٹ سی ہو گئی تھی۔

''آپ کون ہیں؟'' اس کا جواب سن کر سنیہا نے پوچھا اور استہزائیہ ہنس پڑی۔

''مجھ سے آپ کو غرض نہیں ہونی چاہیے۔ میں کوئی بھی ہو سکتی ہوں۔''

''ایم سوری.....'' سنیہا اس کے لہجے کی تلخی پر فوراً شرمندہ ہو گئی تھی۔ ''آپ بتا سکتی ہیں اس وقت سکندر کہاں مل سکتا ہے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''جی مجھے علم نہیں۔ شاید اپنے آفس میں ہوں.....''

''نہیں وہ اپنے آفس میں نہیں ہے۔'' سنیہا کہہ رہی تھی ماہم نے تلخی سے ریسیور کو گھورا۔

''تو پھر ایم سوری مجھے مزید کچھ علم نہیں۔ میرے حساب سے تو وہ اپنے آفس میں ہی تھے۔'' اس نے کچھ تلخی سے کہہ کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''اچھا نہیں کر رہے ہیں آپ سکندر! اس طرح سنیہا کو بیچ میں لٹکانے کا اصل مقصد کیا ہے۔ اگر آپ میں انکار کی ہمت نہیں

تو میں کرلوں گی مگر کوئی فیصلہ تو ہو۔ میں ساری عمر اس طرح اذیت میں نہیں گزار سکتی۔'' وہ ایک دفعہ پھر بہت منفی انداز میں سوچنے لگی تھی۔

''سنیہا جاوید.....'' اس کے تصور سے ہی اسے اپنے سارے جذبات راکھ کے ڈھیر بنتے محسوس ہوئے۔ ''کروڑوں کی جائیداد کی تنہا وارث سکندر کی فرسٹ چوائس، اس کی پسند، وہ جوں جوں سوچتی جارہی تھی اندر ہی اندر رقابت کی آگ مزید بھڑکتی جا رہی تھی جو حُسن من کو سلگائے دے رہی تھی۔ اسی احساس سے سانس رُکنے لگتی تھی کہ سکندر نے سنیہا جاوید کی طلب کی تھی۔ اس سے شادی کرنے کی خواہش کی تھی مگر اپنی ماں کی وجہ سے وہ ماہم افتخار کو اپنانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس کے اندر خوش گمانیوں کی جو کونپلیں سکندر کی ایک دم نظر کرم سے پھوٹنے لگی تھیں وہ وہی اپنی موت آپ مر گئی تھیں۔ سب جذبات مرجھا گئے تھے ان پھولوں کی طرح جو ابھی صرف کھلنے کے منتظر تھے۔ اپنے کمرے میں آئی تو بھی دل اس قدر شدید نقصان پر مچل رہا تھا سسک رہا تھا۔ وہ الماری سے اپنے نکاح کی تصاویر والا البم نکال کر بستر پر بیٹھ گئی شاید خود آزادی کی شدید ترین اذیت میں مبتلا اپنے ضبط کی حد دیکھنا چاہتی تھی۔

''نہیں سکندر میں ان چاہا سودا نہیں بنوں گی۔ مجھے یقین ہے تم مجھے پسند نہیں کرتے صرف آنٹی کی وجہ سے مجھے برداشت کر رہے ہو۔ میں تمہارے لیے صرف اور صرف مجبور ہوں۔ تمہاری آنکھوں کی چمک ہونٹوں کی مسکراہٹ یہ لگاوٹ یہ محبت سب دکھاوا ہے۔ صرف سمجھوتہ۔ تم اپنے آپ کو حقیقت پسند کہتے ہو نا۔ بس تم جو سامنے ہے اسے دیکھ رہے ہو اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی فریب میں مبتلا کر رہے ہو۔ ہمارے درمیان کچھ بھی تو نہیں ہے اور میں کتنا سمجھاتی ہوں خود کو۔ تمہاری طرف دیکھنے سے لاکھ اجتناب برتتی ہوں مگر اس دل کا کیا کروں جو تم دور ہوتے ہو تو تڑپنے لگتا ہے اور سامنے آتے ہو تو بھاگ جانے پر اُکساتا ہے۔ بتاؤ کیا کروں کیسے سمجھاؤں خود کو۔ کس طرح اس خود فریبی کے جال سے نکلوں۔ تمہاری اصلیت کیسے قبول کروں جو انتہائی تلخ ہے۔'' وہ اپنی اور سکندر کی مشترکہ تصویر پر انگلیاں پھیرتے خود سے بھی اُلجھ رہی تھی۔ پھر نہ جانے کیا ہوا تھا تصویر پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے۔

شام تک وہ بھٹکی ہوئی روح کی مانند نہ جانے کن کن سرابوں میں اُلجھی رہی تھی۔ افطاری کی تیاری جویریہ کر رہی تھی وہ اس کا ہاتھ بٹا رہی تھی مگر توجہ بالکل بھی نہ تھی۔ ایک دو کام کر کے سارا کام جویریہ کو سونپ کر وہ باہر آ گئی۔ چھوٹے سے لان کے چکر لگانے لگی۔ تبھی سکندر کی گاڑی اندر داخل ہوئی تھی وہ وہیں رُک گئی۔ گاڑی سے نکل کر سکندر نے اسے ہاتھ ہلا کر مسکرا کر سلام کیا تھا۔ یہ تو سکندر کی شروع ہی کی عادت تھی مگر آج وہ بجائے خوش ہونے کے دُکھ کی لپیٹ میں آ گئی۔

''حیرت ہے..... افطاری کا وقت قریب ہے اور تم یہاں ٹہل رہی ہو۔'' اس کی حیرت بجا تھی ورنہ روزانہ اس کی کچن میں اس وقت ادھر سے اُدھر پریڈ لگ رہی تھی جبکہ آج.....''

''جی..... جویریہ کچن میں ہی ہے۔''

''اوہ..... اسی لیے نظر آ رہی ہو ورنہ میں سمجھا کہ.....'' وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر مسکراہٹ دبا کر اس کے ہمراہ چلنے لگا تھا۔

''آج آپ کچھ لیٹ آئے ہیں۔'' سر جھکائے اس نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

''ہاں ایک دوست مل گیا تھا۔ کافی سارا وقت اسی کے ساتھ نکل گیا۔'' ماہم کے قدم ایک دم ٹھٹک گئے۔ رُک کر اسے دیکھا۔

''دوست مل گیا تھا یا مل گئی تھی۔'' وہ دل ہی دل میں کلس رہی تھی۔ ''آپ کے باس کی بیٹی سنیہا کا فون آیا تھا۔ آپ کا پوچھ رہی تھی۔ بہت پریشان لگ رہی تھی۔'' سکندر کے چہرے کو کھوجتے اس نے سپاٹ سی آواز میں کہا تو سکندر نے کچھ ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے چھلکتی استہزائیہ مسکراہٹ اور لبوں کی تراش میں ایک ایسا احساس ضرور تھا کہ وہ بغور دیکھنے لگا۔ وہ پل میں چہرہ چھپا گئی۔

''آ.....اچھا.....'' اس نے ایک گہری سانس لی..... ''کب؟''

''دوپہر کو.....''

''اور تم نے کیا کہا؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ ماہم نے اپنا سر جھکا کر اُٹھا کر شکایتی نظروں سے اسے دیکھا وہ ادھر ہی نظر جمائے دیکھ رہا تھا وہ پھر چہرہ جھکا گئی تھی۔

''کچھ بھی تو نہیں..... میرے پاس ہے کیا جو کچھ کہوں گی۔'' وہ تلخی سے ہنس دی سکندر کچھ نہ سمجھ سکا۔

''ایک بات کہوں؟'' جھجکتے ہوئے اجازت چاہ رہی تھی۔

''ہوں.....؟''

''سنیہا واقعی بہت اچھی لڑکی ہے۔ آپ کی پسند بہت لاجواب ہے میں بہت شرمندہ ہوں کہ نہ چاہنے کے باوجود میں آپ کے درمیان آ گئی۔ ساری زندگی صرف سمجھوتے کی بنیاد پر نہیں گزاری جا سکتی۔ آپ کے لیے اسے پانا اس سے شادی کرنا کچھ مشکل امر تو نہیں تھا مجھ سے پھر یہ رشتہ کیوں جوڑا۔'' وہ سراپا سوال بنی منتظر تھی سکندر نے بے انتہا حیرت سے اسے دیکھا تو وہ ہنس دی۔

''میں نہ پہلے آپ کے رستے کی رکاوٹ بننا چاہتا تھا اور نہ اب میری خواہش ہے۔ مجھے سب علم ہے مرینہ نے مجھے سب بتا دیا تھا کہ صرف اور صرف آنٹی نسرین کی بیماری کی وجہ سے مجھ سے نکاح پر راضی ہوئے تھے۔ کاش سکندر آپ ایسا نہ کرتے۔ کاش آپ اسی پہلو پر سوچ لیتے کہ مجبوری کا تعلق کبھی پائیدار نہیں ہوتا۔ کچے دھاگے کی طرح ہوتا ہے جن کا ہر لمحہ ٹوٹ جانے کا خدشہ رہتا ہے۔ سنیہا آپ کی خواہش تھی تو پھر سے یہ تعلق جوڑنا کیوں گوارا کر لیا۔ آپ تو شاید آنٹی کی وجہ سے مجبور ہو گئے ہیں مگر میں مجبور نہیں ہوئی، میں کبھی آپ سے رُخصتی نہیں کروں گی میں آنٹی کو انکار کر دوں گی۔ آپ کو اگر آنٹی کی خفگی یا امی ابو کی ناراضگی کا خدشہ ہے تو بلیومی میں آپ پر کوئی الزام نہیں آنے دوں گی۔ ٹھنڈے دل سے سوچیے گا۔ میں ساری عمر مروت و احسان کے تلے زندگی نہیں گزاروں گی۔'' وہ اس کے سامنے کھڑی ٹھہرے ٹھہرے ٹھوس لہجے میں کہہ رہی تھی۔ سکندر لب بھینچے اسے بغور دیکھتا صرف سن رہا تھا۔

''ماہم.....تم.....'' وہ رُکی تو اس نے کچھ کہنا چاہا پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لیے اس کی ساری باتیں سننے کے بعد دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے تھے۔

''پلیز سکندر.....'' ابھی فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میرے دل و دماغ میں کیا تھا میں نے آپ پر ظاہر کر دیا ہے۔ آپ تو بہت حقیقت پسند ہیں تو پھر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیجیے۔ میں امی ابو کو بتا دوں گی اور میرا خیال ہے آپ بھی بات کر لیں اور مجھے یقین ہے وہ میری اور آپ کی مرضی کے بغیر کبھی رُخصتی نہیں کریں گے۔'' ساری بات عیاں کر کے اپنے اندر کی ساری بھڑاس اس پر نکال کر وہ بغیر اس کی طرف دیکھے اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ وہیں رُکا ہوا تھا تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے۔

انہی تھکن زدہ اُلجھے اُلجھے فکر مندانہ دنوں میں رمضان کا دوسرا عشرہ بھی گزر گیا تھا جویریہ کی تیاری مکمل ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی آج بھی وہ اسے گھسیٹ گھساٹ کر بازار لے آئی تھی۔ کتنی دیر تک دونوں اِدھر اُدھر خوار ہو رہی تھیں امی نے آتے ہوئے انہیں رسید تھما دی تھی کہ وہ واپسی پر جیولر کی دکان سے گولڈ کا سیٹ لے آئیں جو انہوں نے رمضان سے پہلے بننے کے لیے آرڈر دیا ہوا تھا۔ جویریہ نے ہامی بھر لی تھی۔ پہلے تو ماہم آنے پر تیار ہی نہیں تھی مگر دوسری طرف سکندر کے موبائل پر رابطہ کرنے سے جب جویریہ کو انکار سننے کو ملا تو اسے زبردستی کھینچ لائی تھی اب وہ اس کے ساتھ بُری طرح خوار ہو رہی تھی۔ جب جویریہ کا جی بھر گیا تو اسے لیے جیولر کی دکان پر آ گئی۔ فوراً مطلوبہ سیٹ لینے کے بجائے وہ پوری دکان میں موجود زیورات کو دیکھنے لگی تھی۔ ماہم کو اس کی اس عادت سے شروع سے ہی الرجک تھی اب بھی منہ پھلائے ایک طرف کھڑی رہی۔ دل ہی دل میں کوفت کا شکار ہوتے اُلجھتے ہوئے وہ باہر دیکھنے لگی یونہی اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑاتے اس کی نظر بالکل شاپ کے سامنے آ کر کھڑی ہونے والی گاڑی پر ٹھہر گئی۔ وجہ حیرت اس سے نکلنے والا کپل تھا۔ ماہم کا دل دھک دھک کرنے لگا چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت در آئی تھی فوراً لب دانتوں تلے دبا لیے تھے۔

''سکندر.....'' اس کے ساتھ موجود لڑکی کون تھی وہ آرام سے پہچان گئی تھی۔ سکندر کے البم میں ''سنیہا جاوید'' کی ان گنت تصاویر وہ دیکھ چکی تھی ریڈ سلک کی شرٹ بلیک کھلے پائنچوں والا ٹراؤزر، اونچی ہیل، شولڈر کٹ بالوں سمیت وہ بہت خاص منفرد اور چھا جانے والی لگ رہی تھی۔ ایک ادا سے چلتے نہ جانے وہ کتنے دلوں پر بجلی بن کر گری تھی۔

''تو یہ ہے آج کی تمہاری مصروفیت سکندر جبار.....'' ماہم کا دل ایک دفعہ پھر سخت گمانیوں کی زد میں آ چکا تھا۔ شاپنگ پر آنے سے پہلے جویریہ نے فون کر کے اس کی شاپنگ کے لیے لے جانے کی کتنی منتیں کی تھیں مگر اس نے صاف لفظوں میں مصروفیت کا کہہ کر انکار کر دیا تھا اور اب..... وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر آ رہے تھے۔ ماہم نے رُخ موڑ لیا۔ اس کا پورا وجود سماعت کی آہٹ کو سن رہا تھا۔ اس نے انگلی سے اپنی آنکھوں میں چھا جانے والی نمی کو صاف کیا تھا۔

سنیہا جاوید کاؤنٹر پر کھڑی دکاندار سے نہ جانے کیا دکھانے کو کہہ رہی تھی ساتھ ساتھ اس کی نظریں اردگرد کسی کی متلاشی تھیں۔ سکندر کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ شاید دونوں کا کوئی جیولری خریدنے کا ارادہ تھا۔ درمیان میں صرف چند قدموں کا فاصلہ ہی تو تھا اگر وہ پلٹی تو شاید یہ فاصلہ بھی مٹ جاتا۔ اسی طرح رُخ موڑے موڑے اس نے چند قدم آگے بڑھانے تھے سامنے سے سیٹ دیکھتی جویریہ اس کے قریب آ گئی تھی ماہم کے لیے اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل تھا۔

''ارے سکندر بھائی! آپ..... یہاں.....'' وہی ہوا تھا جس کا ماہم کو ڈر تھا۔ جویریہ کی نظر سکندر پر پڑ چکی تھی۔ وہ حیرت سے چیخی تھی۔ یکبارگی ماہم کا دل دھڑکا تھا۔ سکندر نے بھی اس کی پکار پر پلٹ کر دیکھا تھا جویریہ اور ماہم کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

جویریہ نے بتایا تو تھا انہیں جیولری کی دکان پر آنا ہے مگر یوں مڈبھیڑ ہو جائے گی اندازہ نہ تھا۔ سنیہا بھی متوجہ ہو چکی تھی۔ ماہم ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

''آپ تو شاید مصروف تھے نا..... بہت ضروری کام تھا نا پھر یہاں.....'' وہ سنیہا پر ایک اچٹتی نظر ڈال کر طنز کر رہی تھی۔ ماہم اسی دن سے تو ڈرتی تھی ایک نظر سکندر پر ڈالی۔

''ہاں واقعی میں بہت مصروف تھا..... بہت۔'' وہ سنیہا اور پھر ماہم کو دیکھ کر رہ گیا۔

''یہ کون ہے؟'' بھلا اب سنیہا کو سکندر کے ساتھ وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

''یہ سنیہا..... میرے دوست..... اور ہمارے ایم ڈی کی بیٹی۔'' اس نے مسکرا کر تعارف کروایا تھا۔ ماہم سپاٹ چہرہ لیے کھڑی رہی جبکہ سنیہا نے مسکرا کر سر ہلایا تھا۔

''اور سنیہا جویریہ ہے اور یہ ماہم..... تم سے میں نے اکثر ذکر کیا ہے نا۔'' وہ اب ان دونوں کا تعارف کروا رہا تھا۔ سنیہا نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا تھا پھر دونوں سے ہاتھ ملائے تھے خاص طور پر ماہم سے گرم جوشی کا مظاہرہ کر کے گلے بھی ملی تھی۔ وہ اندر ہی اندر خائف سی ہو گئی اس کی اس گرمجوشی پر۔

''سچی..... مجھے بڑا اشتیاق تھا۔ آپ دونوں سے ملنے کا میں سکندر کو کتنی مرتبہ کہہ چکی ہوں مگر یہ بھی بڑا ڈھیٹ ہے۔ آج بھی اتفاقیہ ملاقات ہو گئی لیکن یہ تو ہوا بھی نہ لگنے دیتا۔'' وہ سکندر کو خفگی سے دیکھتے ماہم کا ہاتھ پکڑ کر بہت اپنائیت سے گویا تھی ماہم کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس قسم کے ردعمل کا اظہار کرے۔

''مجھے اپنے لیے جیولری لینی تھی اسی لیے یہاں آئی ہوں یقیناً آپ دونوں بھی اسی لیے آئی ہوں گی۔'' ایک اور اپنائیت بھرا مظاہرہ ہوا تھا۔

''جی..... امی نے سیٹ کے لیے آرڈر دیا ہوا تھا بس وہی لینا تھا.....'' جویریہ نے کہا تھا۔

''اوہ.....'' سنیہا نے اپنے خوبصورت گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ سکیڑے تھے۔

''چلیں جویریہ! میرا خیال ہے اب تمہیں مزید کوئی چیز تو نہیں خریدنی..... گھر چلیں۔'' ان دونوں کو یکسر نظر انداز کیے اس نے جویریہ کو دیکھا۔

''ارے اتنی جلدی..... ٹھہرو بھئی..... اچھا ہوا تم مل گئی دیکھیں پلیز مجھے جیولری لینی ہے۔ اگر..... اگر میرے ساتھ سلیکشن میں میری مدد کروا دیں تو.....'' بہت محبت اور لگاوٹ سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے وہ اس کی چپ اور چہرے کی ناگواری کو بغیر سمجھے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں شوکیس میں کئی قسم کے زیورات سجے پڑے تھے۔

''پلیز سنیہا! میری سلیکشن بہت بُری ہوتی ہے۔ آپ کو خوامخواہ زحمت ہو گی۔'' بہت چاہنے کے باوجود وہ اپنے پتھریلے تاثرات کو نارمل کر پا رہی تھی۔ جان چھڑانے والا انداز تھا۔

''ارے..... تم تو اس قدر کسر نفسی سے کام لے رہی ہو۔ سکندر کو دیکھ کر تمہاری سلیکشن اپنے آپ عیاں ہو جاتی ہے۔ اور تم ہو کہ.....'' پتا نہیں تعریف تھی طنز تھا کیا تھا۔ وہ بڑے خلوص سے کہتے اسے چھیڑ رہی تھی مگر ماہم اپنے دماغ میں سائیں سائیں ہوتا

محسوس ہوا۔

جویریہ بھی اپنا سامان لے کر فارغ تھی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی سکندر اس کے عقب میں آ ٹھہرا تھا۔ اس کے لباس کی خوشبو اسے پریشان کرنے لگی۔ اس کے لیے بہت مشکل مرحلہ آ ٹھہرا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے اسے سنیہا کی مدد کرنا پڑ رہی تھی۔ مختلف جیولری کے سیٹوں میں سے ایک ڈائمنڈ کے موتیوں سے سجا نفیس سا خوبصورت لاکٹ سیٹ منتخب کیا تھا جو دیکھنے میں ہی بہت قیمتی محسوس ہو رہا تھا۔

''زبردست..... بھئی بہت پیارا ہے۔ تمہاری چوائس تو بڑی لاجواب ہے۔ کیوں سکندر؟'' سنیہا سیٹ سکندر کو دکھاتے اس کی تعریف میں رطب اللسان تھی۔

''ہوں..... پسند تو واقعی لاجواب ہے مگر.....'' وہ رُک گیا تھا پھر کچھ جھکا تھا اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔

''کہتے ہیں جذباتی اور آنکھیں بند کر کے فیصلے کرنے والی خواتین کی پسند بھی بڑی جذباتی اور سطحی سی ہوتی ہے۔ مکمل ان کے اندر کی عکاسی کرتی ہوئی۔ کہنے کو بہت قیمتی سیٹ ہے مگر ہیرا تو صرف ہیرا ہی ہے نا..... جب گرتا ہے تو ٹوٹ کر چکنا چور ہو جاتا ہے۔'' مدھم سے لہجے میں کہتا وہ اس کی جان جلا گیا تھا۔ کس قدر طنز جتاتا لب ولہجہ تھا۔ جویریہ اور سنیہا نے بالکل نہیں سنا تھا۔ مگر وہ پلٹ کر سکندر کو خونخوار نظروں سے ضرور دیکھنے لگی تھی۔ اس کا دل اس کی کن پٹیوں میں سلگنے لگا تھا۔ اس شام کے بعد دونوں کا سامنا بہت کم ہوتا تھا گفتگو تو ایک بار بھی نہیں ہوتی تھی بہت لاتعلقی والی فضا قائم ہو چکی تھی ان کے درمیان۔ سکندر اسے دیکھتے ہی رُخ موڑ لیا کرتا تھا اور آج اتنے دنوں بعد ٹوٹی بھی تو زبان پھر بھی نشتر چبھو رہی تھی۔ ماہم کے اندر احساس توہین چٹکیاں لینے لگا اس توہین پر وہ ناگن کی طرح بل کھا کر رہ گئی۔

''چلیں جویریہ.....'' اب وہ ایک پل بھی رُکنے کو تیار نہیں تھی۔ سنیہا نے دکاندار سے سیٹ پیک کرنے کو کہا تھا وہ صرف جویریہ کو دیکھنے لگی۔

''ٹھہرو تم دونوں۔ میں چھوڑ آتا ہوں۔ ویسے گھر ہی جانا ہے مزید کچھ خریدنے کا ارادہ تو نہیں.....'' دیکھ تو وہ اسے رہا تھا مگر بات جویریہ سے کر رہا تھا اس کی جان سلگ گئی۔

''جی نہیں شکریہ..... ہم چلے جائیں گے..... آپ کو تکلف کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ آپ تو بہت مصروف تھے۔ اپنی مصروفیت نبھایئے جو آ سکتے ہیں انہیں جانا بھی آتا ہے۔ چلو جویریہ.....'' ایک دم تلخی سے چبھتے ہوئے میں کہہ کر وہ بغیر رُکے بغیر دیکھے جویریہ کا ہاتھ پکڑ کر دکان سے باہر نکل گئی۔

''ہیں..... یہ ماہم کو کیا ہوا؟'' سنیہا اپنی جگہ حیران تھی۔ ماہم کے اس قدر ترش رویے پر وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ سکندر نے طنزیہ مسکراتے ملامتی سے سر ہلا دیا۔

''سنو..... کیا مقصد تھا تمہارا مجھے یہاں لانے کا۔ کہیں سکندر تم.....'' وہ اچانک پوچھتے پوچھتے رُک گئی پھر سکندر کی طرف بغور دیکھا اس کے چہرے پر ابھی بھی طنزیہ مسکراہٹ کا عکس باقی تھا۔ یہ سیٹ تم نے سکندر..... سکندر تم'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر صرف دیکھنے لگی وہ کھل کر مسکرا دیا۔

''کچھ نہیں ہوا۔ پتا ہے محترمہ پاگل ہوگئی ہیں۔ دماغ گھوم گیا ہے۔ چاہتی ہیں جس عظیم الشان عقل کا مظاہرہ کر کے اور احمق بن رہی ہے ویسا میں بھی بن جاؤں۔'' عجیب طنزیہ لب و لہجے میں کہتے وہ سنیہا کو بھی حیرت زدہ کر گیا تھا۔

''پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو تم..... ویسے فرینڈلی کہوں..... ماہم بہت پیاری ہے تم نے مجھے بھنک تک نہیں پڑنے دی..... سب کچھ چپ چپیتے کر لیا۔ ایک دفعہ بھی گھر لے کر نہیں گئے نہ ملوایا اور اب..... بڑے عجیب ہو تم.....'' وہ ایک دم مسکرا کر کہہ رہی تھی سکندر بھی ہنس دیا۔

''ہاں..... ہاں جانتی ہوں کتنا آگاہ کیا تھا۔ میرے پرپوزل کو درمیان میں لٹکائے مجھے اور پاپا کو انگلینڈ میں فون پر اطلاع دے رہے تھے کہ محترم کا نکاح ہو چکا ہے۔'' وہ آنکھیں دکھا رہی تھی۔ سکندر ایک دم ہنس دیا۔

''بھئی کیا کرتا پھر..... مجبوری اور ایمرجنسی میں تمہیں تو صرف فون پر اطلاع دے سکتا تھا۔'' اب وہ باقاعدہ اسے چڑا رہا تھا۔ سنیہا نے اسے آنکھیں دکھاتے وہ شاپر اس کے کندھے پر دے مارا جس میں لاکٹ سیٹ تھا۔

''اب اس کی پے منٹ کرو..... اور چلو..... ابھی میٹنگ کے لیے بھی نکلنا ہے اپنے بالوں کو لاپروائی سے جھٹکتے وہ اسے حکم دے کر باہر نکل گئی تھی۔ پیچھے وہ ہونٹوں پر دل آویز، خوبصورت مسکراہٹ لیے بل پے کرنے لگا تھا۔

❖ ❁ ❖

رمضان کا تیسرا عشرہ اپنے ساتھ بے پناہ مصروفیات لے کر آیا تھا۔ سارے گھر کی صفائی دھلائی پھر نئے سرے سے سیٹنگ اور ساتھ ساتھ عید کی تیاریاں بھی۔ ماہم نے اپنے آپ کو بُری طرح گھر کے کاموں میں اُلجھا رکھا تھا شاید یہ بہت سی لایعنی تکلیف دہ سوچوں اور اُلجھنوں سے بچنے کا نسخہ تھا۔ بہرحال اس نے اپنے آپ کو بہت زیادہ مصروف کر لیا تھا۔

سکندر سے اس کی لاتعلقی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی اور سکندر بھی یہی روش اختیار کیے ہوئے تھا۔ جویریہ سے ہزار باتیں کرتا تھا مگر نظر جیسے ہی اس پر پڑتی ایک دم سپاٹ ہو جاتی تھی۔ وہ اس سے سخت بدگمان و نالاں ہوگئی تھی۔ دونوں ہی اپنے اپنے مدار میں مقید ایک دوسرے سے سخت کبیدہ خاطر تھے۔ ماہم کو یہی اذیت ہر پل ڈستی رہتی تھی کہ جب وہ خود اپنے اور اس کے تعلق کو ختم کرنے پر تیار ہے تو پھر وہ کیوں اس قدر لاتعلقی پر اُتر آیا ہے جب وہ خود راستے سے ہٹ رہی ہے تو پھر وہ یہ سب کچھ سرعام کیوں نہیں کر رہا۔ سنیہا اسے اپنے تعلقات کی بھنک اور کیوں نہیں پڑنے دے رہا۔ ایک دو دفعہ اس نے اس خود بات کرنا چاہی تھی مگر وہ کچھ سننے پر بھی آمادہ نہیں ہوا تھا۔ اول تو گھر پر ٹکتا ہی نہیں تھا۔ اگر ہوتا بھی تھا تو ایسا انداز اپنائے رکھتا تھا کہ بہت ہمت کرنے کے باوجود اس سے دوٹوک بات نہیں کر پا رہی تھی یونہی چڑتے کڑھتے دن گزر رہے تھے۔ مگر اس کا کوئی حل سامنے نہیں آ رہا تھا۔

وہ رات ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بیٹھی سکندر کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے نکلا تھا ابھی تک واپسی کے آثار نہیں تھے۔ سب ہی سو چکے تھے۔ نیند تو بہرحال ماہم کو بھی آ رہی تھی مگر آج وہ سکندر سے بات کیے بغیر سونا نہیں چاہتی تھی وجہ دو گھنٹے پہلے آنے والا سنیہا کا فون تھا۔ بظاہر سنیہا اس سے بہت محبت اور لگاوٹ سے کتنی دیر تک باتیں کرتی رہی تھی مگر وہ اس دوران کس قدر اذیت میں مبتلا رہی تھی یہ صرف وہ ہی جانتی تھی۔ کال بیل ہوئی تھی تو وہ میگزین ایک طرف رکھ کر باہر نکل آئی اپنے گرد شال اچھی طرح لپیٹ کر گیٹ تک آئی تھی۔

''کون؟'' حفظ ماتقدم کے طور پر پوچھا تھا۔
''میں.....سکندر.....'' اس نے گیٹ کھول دیا وہ اندر آ گیا۔
''کہاں تھے؟'' اندر آ کر لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا تو وہ بھی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سکندر جواب دینے کے بجائے اسے دیکھنے لگا۔
''میں نے کچھ پوچھا ہے؟'' اس کے یوں گھورنے پر جھنجھلا کر ٹوکا تو وہ کالر کے بٹن کھولتا کف اُلٹا کر آنکھیں بند کر گیا۔
''کہاں ہونا چاہیے تھا مجھے؟'' اُلٹا سوال کیا گیا تھا۔ وہ لب بھینچ گئی۔
''میں کیا جانوں آپ کی پرسنل سیکرٹری تو نہیں جو آپ کے اوقات کار سے آگاہ ہوں گی۔ یہ تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں کہ آپ کہاں ہوتے ہیں؟'' اس کے سامنے ہی صوف پر بیٹھے کڑوے لہجے میں کہا تو سکندر نے آنکھیں وا کر کے اسے تاسف بھری ملامتی نظروں سے گھورا تھا۔
''بہت سطحی سوچ ہے تمہاری.....'' وہ جواباً صرف یہی کہہ سکا تھا۔
''چلیں..... سطحی سوچ ہی سہی..... کم از کم جو دل میں ہوتا ہے سامنے تو لاتی ہوں منافقت تو نہیں کرتی..... چوری چھپے کچھ نہیں کرتی اور نہ ہی کسی کی لگی لپٹی رکھتی ہوں۔'' اس نے بہت تلخی سے جواب دیا تھا۔ وہ ایک دم آؤٹ ہو گیا تھا۔
''شٹ اپ.....'' وہ اگلے ہی لمحے لب بھینچ گیا۔ پھر بہت کڑی نظروں سے اسے گھورا۔ ''مائنڈ یو لینگویج ماہم! حد ہوتی ہے تنگ نظری کی بھی.....'' وہ صرف اسے فہمائشی نظروں سے گھور رہا تھا۔ کچھ دیر بعد رُک گیا۔ اپنے اوپر ضبط کرتا رہا۔
''ہوں.....آج لڑنے کا ارادہ ہے کیا؟''
اپنے اوپر مکمل کنٹرول کر کے براہِ راست اس کی کھلی آنکھوں میں جھانکا تو وہ پل کو نظریں پھیر گئی تھی۔
''نہیں جی میرا فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ آج آپ کی امی آئی تھیں ابو اور امی سے رُخصتی کی ڈیٹ فکس کرنے کی بات کی ہے انہوں نے۔''
''تو پھر کرنے دو نہ انہیں.....ظاہر ہے یہ تو ہونا ہی ہے۔'' اپنی طرف سے ماہم نے بہت بڑی خبر اسے دے دی تھی مگر ادھر سے مکمل سنجیدگی سے جواب موصول ہوا تھا وہ ہکّا بکّا دیکھتی رہی پھر ایک دم مشتعل ہو گئی۔
''کیا مطلب ہے آپ کا.....کرنے دو..... حد ہوتی ہے برداشت کی بھی۔ آپ سب کو دھوکہ دے سکتے ہیں کم از کم مجھے نہیں.....میں ایسا بالکل نہیں چاہتی بس میری صرف یہی خواہش ہے کہ آپ اس سلسلے میں چپ رہنے کی بجائے کوئی فیصلہ کن قدم اُٹھائیں۔'' غصے سے وہ کہہ رہی تھی۔ سکندر نے ایک گہری سانس لی۔
''مثلاً کیسا قدم.....'' سکندر کے ٹھنڈے دھیمے انداز میں مطلق فرق نہیں آیا تھا۔
''آپ سنیہا سے محبت کرتے ہیں اور وہ آپ سے.....تو پھر اپنے گھر والوں سے صاف صاف بات کیوں نہیں کرتے۔ اس معاملے کو لٹکا کیوں رہی ہیں۔ جبکہ مزید آپ مجھے بھی اُلو بنا رہے ہیں۔ آخر ان سب کا کیا مقصد ہے؟'' وہ اس وقت خود کو بہت بے بس سا محسوس کر رہی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا ورنہ سکندر کا نہ جانے کیا حشر کر ڈالتی۔

''تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں سنیہا سے محبت کرتا ہوں یا وہ مجھ سے کرتی ہے۔'' اسی دھیمے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس نے پوچھا تھا ماہم اسے دیکھنے لگی۔

''تو کیا آپ اسے پسند نہیں کرتے؟ کیا یہ جھوٹ ہے؟ کیا آپ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتے؟ آپ نے خود مجھ سے سنیہا کے متعلق آنٹی اور امی سے بات کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی؟ کیا یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ سرے سے اس نکاح پر راضی ہی نہ تھے وہ بھی عین نکاح کے وقت اچانک آنٹی کی طبیعت خراب ہوتی تو شاید.....'' وہ ایک دم اپنی ڈبڈباتی آنکھیں لیے اپنے ضبط کو مزید چھلکنے سے بمشکل روک پائی تھی۔ بڑی شکایتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ جو بہت مطمئن اس پر نظریں گاڑھے ہوئے تھا۔

''میں سنیہا کو پسند کرتا ہوں یہ واقعی ہی جھوٹ نہیں ہے میں نے اس شادی کی خواہش ظاہر کی تھی اس میں بھی جھوٹ نہیں ہے۔ میں نے تم پر زور دیا کہ تم امی اور آنٹی وغیرہ سے سنیہا کے سلسلے میں بات کرو تو یہ بھی سچ ہے مگر یہ بالکل سچ نہیں ہے کہ تم سے نکاح کے سلسلے میں مجھ پر کوئی جبر زور زبردستی کی گئی تھی۔ میرے ساتھ کوئی مجبوری نہیں ہوئی۔ تم میرے اور سنیہا کے متعلق کیا جانتی ہو۔ کچھ بھی تو نہیں..... ہمارا ریلیشن کس سطح کا ہے تم بالکل لاعلم ہو..... تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرے ساتھ کوئی مجبوری نہیں میں کبھی بھی آئیڈیل پسند نہیں رہا۔ ہاں اپنی شریک سفر کے لیے کچھ اچھی خواہشات و جذبات ضرور دل میں رکھتا ہوں مگر وہ قبل از وقت ظاہر کرنا میرے لیے بہت ناپسندیدہ امر ہے مگر خیر تم.....'' وہ رُک گیا تھا ایک اچٹتی نظر بالکل خاموش کچھ حیرت زدہ بیٹھی ماہم پر ڈالی اور پھر سر جھٹکا۔

''تم نے امی کو سنیہا کے متعلق بتا دیا اور امی نے مجھ سے پوچھا انہوں نے کیا پوچھا یہ ایک علیحدہ ٹاپک ہے۔ بس امی نے مجھے اپنی خواہش کا بتایا تھا میرے سامنے سنیہا یا تمہارا نام رکھا تھا چونکہ میرے خواہش کا احترام کیا تھا۔'' وہ رُک گیا ایک نظر اسے دیکھا وہ سر جھکا گئی۔

''ماہم والدین کی خواہش کا احترام کرنا کیا جرم ہے؟ اگر واقعی یہ جرم ہے تو اس معاشرے میں پچانوے فیصد شادیاں ارینج ہوتی ہیں اور سب لوگ تو نہیں مگر بہت سے لوگ ایک اچھی خوشگوار زندگی گزارتے ہیں۔ ان بیچاریوں پر مجبوری کا جرم کیوں نہیں عائد کرتی تم..... مجھ ناتواں کی جاں ہی کیوں مشکل میں ڈالی ہوئی ہے تم نے، صرف اس لیے تم میرے یا سنیہا کے متعلق جانتی ہو لیکن کس حد تک؟ کبھی غور کیا ہمارے تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ اس کی وضاحت کر دو۔ ذہن میں کچھ تو خاکہ بنایا ہوگا تم نے پھر ہو سکتا ہے میں تمہارے کہنے پر سنیہا سے شادی کر لوں۔'' وہ طنز پر طنز کرتا ناراضگی، خفگی بھرے تاثرات لیے اس کی ہر سوچ کی تردید کر رہا تھا وہ اپنی جگہ چور سی بنتی جا رہی تھی۔ اس کے ہر خیال کی تردید ہو رہی تھی۔

''تمہارا مسئلہ پتا ہے کیا ہے ماہم! تمہارے نزدیک اپنی ذات، اپنے احساسات اور اپنی خودداری و انا کے سوا کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ انتہائی احمق اور بداعتماد لڑکی ہو تم..... ٹھیک ہے مجھے تم سے نہ ہی کوئی افلاطونی قسم کا عشق ہوا ہے اور نہ محبت مگر کمٹ منٹ بھی بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ میرا تم سے نکاح ہوا ہے تم نے میرے نام منسلک ہو کر میرے لیے بہت اہمیت رکھتی ہو۔ مگر اس اہمیت کو جتانے کے لیے میں تم سے ہزاروں فلرٹ لوگوں کی طرح بیہودہ ڈائیلاگ بازی کروں کیا یہ ضروری ہے۔ کیوں جذبے

رشتے ان الفاظ کا سہارا لیے بغیر اپنی حیثیت نہیں منوا سکتے؟'' وہ بہت نروٹھے پن سے کہتا پوچھتا تھا۔ ماہم نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ ساتھ چھوڑ گئے۔ ایسا تو اس نے کبھی بھی نہیں چاہا تھا اور سکندر نے اس کی سوچوں کو کس قدر غلط معنی پہنائے تھے۔ ہاں یہ سچ تھا کہ اسے اپنے جذبوں کے علاوہ کچھ اور سوجھتا ہی نہ تھا مگر وہ جذبات کی ماری لفظوں کی متلاشی لڑکی تو کبھی بھی نہیں تھی اور سکندر کا تجزیہ..... وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ لفظ ہونٹوں پر آ آ کر پلٹ گئی۔

''تمہیں جو بھی خدشات لاحق ہیں وہ صرف اور صرف تمہاری اپنی ذہنی اختراع کا نتیجہ ہیں، سنیہا جاوید سے میری کمٹمنٹ کبھی نہیں رہی۔ ہم دونوں یونیورسٹی فیلو تھے اور بائے چانس مجھے اس کے فادر کی کمپنی میں جاب مل گئی اور پھر یہاں سے ہی ہماری دوستی کی ابتدا ہوئی تھی۔ وہ ایک ملنسار، سلجھی ہوئی پُرخلوص اور مخلص سی لڑکی ہے۔ ہمارے درمیان پسندیدگی بھی صرف دوستی کی حد تک ہے اور کچھ بھی نہیں۔ چونکہ میری بطور خاص سنیہا سے دوستی تھی اسی لیے سنیہا کے فادر جاوید صاحب مجھے خاص اہمیت دینے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم دونوں دوستی سے ہٹ کر ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ اگر انہیں اپنے اسٹیٹس اور مرتبے کا خیال ہوتا تو وہ میرے بارے میں کبھی نہ سوچتے مگر اُلٹا ہوا، سنیہا کو تو نہیں البتہ جاوید صاحب کو میں ان کی چہیتی لاڈلی بیٹی کے لیے پسند آ گیا۔ انہوں نے مجھے خود پروپوزل پیش کر دیا اور میں تو حیران تھا ابھی میرے ذہن میں اپنی آئندہ زندگی کے لیے کوئی پلاننگ نہ تھی سنیہا اچھی لڑکی تھی۔ کسی بھی لڑکے کی آرزو ہو سکتی تھی اسی لیے میں نے تم سے بات کی تھی کہ تم امی اور آنٹی سے بات کر لینا مگر اس کا اُلٹا اثر ہوا۔ اور شاید یہی میری غلطی ہے کہ ایک ساتھ رہنے، ایک گھر میں زندگی گزارنے زندگی کے سارے مدارج اکٹھے طے کرنے کے باوجود میں نے تمہیں غلط جج کیا تھا۔ بعد میں جو بھی ہوا اس سے تم لاعلم نہیں ہو مجھے افسوس ہے تو صرف اس بات پر کہ تم نے مجھے غلط جج کیا ہے۔ بعض اوقات جو نظر آتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتا۔''

وہ شاک زدہ سی بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

''ماہم مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے امی کی خواہش پر سنیہا کی بجائے تمہیں منتخب کیوں کیا..... اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ تم اس قدر شقی القلب، تنگ نظر سی لڑکی ہو تو شاید.....'' وہ اُٹھ کھڑا ہوا ماہم نے صرف اسے دیکھا۔

''بہرحال..... اس سارے قصے میں یہ تو ہوا کہ مجھ پر تمہاری ناپسندیدگی کھل کر واضح ہو گئی ہے۔ چلو کچھ نہ کچھ تو ازالہ ہو ہی جائے گا۔ اگر تم رُخصتی پر آمادہ نہیں تو کوئی زبردستی نہیں..... میں امی کو منع کر دوں گا..... مگر اب مجھ سے کسی بھی قسم کی اُمید مت رکھنا اور نہ ہی میرے کندھے پر رکھ کر بندوق چلانا۔ تمہارے والدین مجھ پر ہر بہت بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں۔ چاہے کسی بھی ناطے سے ہی میں انہیں اپنی طرف سے کبھی ہرٹ کرنا نہیں چاہوں گا۔ البتہ تم آزاد ہو۔'' اپنی پینٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر اسے تلخی سے سب باور کرواتا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ وہ اب بھی حیران و ششدر بیٹھی ہوئی تھی۔

ملال کے لمحے اس قدر کثافت لیے ہوئے تھے کہ اگلے تین چار دن گزرنے کے باوجود بھی وہ خود کو سنبھال نہیں پائی تھی۔ حزن و ملال کی گہری لپٹ میں اٹا دل کسی بھی طور پر اب سنبھلنے کو نہیں تھا۔ پہلے یہ بات دُکھ دیتی تھی کہ وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے کسی اور کو چاہتا ہے مگر اب جب سے حقیقت کھلی تھی وہ اپنی ذات کا اعتماد بھی کھو بیٹھی تھی۔ دُکھ جب کسک بن جائے تو دیمک کی طرح دل کو چاٹنے لگتا ہے اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا اپنی خود ساختہ غلط فہمیوں پر ملال و شرمندگی کی کہر اس قدر دبیز تھی کہ سکندر کا

سامنا کرنے کی بھی اس کے اندر ہمت نہ تھی وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا ایک جذبات واحساسات کی ماری ہوئی لڑکی جسے لفظوں کے اظہار کی ضرورت تھی۔ یہ گھاؤ اس قدر گہرا تھا کہ وہ اندر سے ٹوٹتی چلی جارہی تھی۔ محبت کرنا اس قدر مشکل امر نہیں مگر اس کی شدتوں آزمائشوں کو برداشت کرنا یقیناً بہت حوصلے کا کام ہے ماہم میں نہیں تھا نتیجتاً تین دنوں کی ٹینشن اور اندرونی توڑ پھوڑ نے اسے بیمار کر ڈالا تھا۔

تین دن وہ سست سی ہو کر رہ گئی تھی۔ کل سے بخار تھا۔ صبح سحر کے وقت امی ابو جویریہ نے اسے روزہ رکھنے سے منع کیا تھا۔ مگر وہ نہیں مانی تھی۔ عصر کے قریب جب وہ نماز ادا کرنے بستر سے اُٹھی تو سر چکرا رہا تھا۔ ٹانگوں میں گویا جان ختم ہوگئی تھی بعض اوقات اندر کی گھٹن باہر نکل کر انسان کو یونہی شکست سے دوچار کر دیتی ہے جیسے تیسے نماز ادا کر کے اپنا بخار سے پھنکتا درد سے چور ہوتا وجود لیے بستر پر لیٹی تو نسرین آنٹی جویریہ کے ہمراہ اندر داخل ہوئیں۔

''ارے..... کیا ہوا میرے چاند کو.....'' جویریہ نے ہی انہیں فون کر کے اس کی علالت کی اطلاع دی تھی۔ جواباً وہ یہاں دکھائی دے رہی تھیں انہوں نے براہِ راست پوچھا تھا۔ اس قدر والہانہ محبت کے مظاہرے پر ماہم کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ انہوں نے پیشانی پر پیار کیا تو وہ کٹ سی گئی۔

''کتنی بُری ہوں میں، سب خلوص کو دکھاوا گردانتی۔ غلط معنوں میں دیکھتی رہی۔ آنٹی کی محبت ومروت کو احسان و بھیک سمجھتی رہی۔'' اس کا دل بھی رو رہا تھا۔ اُٹھ کر بیٹھنا چاہا تو آنٹی نے روک دیا۔

''لیٹی رہو..... دیکھو کتنی سی شکل نکل آئی ہے میری بیٹی کی..... ارے کسی کو فکر ہی نہیں.....'' امی کو اندر آتے دیکھ کر انہوں نے دُہائی دی تو وہ مسکرا دی۔

''نہیں آنٹی! میں نے سحری کے وقت میڈیسن لی تھی۔ ظاہر ہے بخار اثر تو دکھائے گا اپنا۔''

''جانتی ہوں کیسی دوائی لی ہوگی تم نے..... اور زہرہ تم نے بھی خیال نہیں رکھا میری بیٹی کا۔'' وہ اب امی سے اُلجھ رہی تھیں، امی اور جویریہ ہنس دی تھیں امی اس کو لاپرواہیاں گنوانے لگی تھیں وہ سر منہ لپیٹے ہنستی رہی۔

''یہ سکندر ہے کہاں؟ میں کب سے آئی بیٹھی ہوں نظر نہیں آیا۔'' ایک گھنٹے بعد انہیں خیال آیا تو پوچھا۔ جبکہ امی کچن میں چلی گئی تھیں۔

''پتا نہیں..... صبح آفس کے لیے نکلے تھے ابھی تک گھر نہیں لوٹے۔'' جویریہ نے بتایا تھا وہ تو خاموش تھی۔

''اچھا..... مگر اس کی آفس ٹائمنگ چار بجے تک ہے ناں..... پھر اتنی دیر کیوں؟''

''پتا نہیں..... آج کل تو وہ گھر پر صرف سونے اور روزہ افطار کرنے آتے ہیں ورنہ فرصت ہی نہیں ہوتی اگر کبھی گھر میں آ بھی جائیں تو اپنے کمرے میں بند رہتے ہیں۔ سکندر بھائی اب بہت بور کرنے لگے ہیں۔ ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔'' جویریہ جو کہ اس کی بیماری اور دوسرا سکندر کے گھر کی جانب سے لاتعلقی پر سخت نالاں تھی کہے بغیر نہ رہ سکی۔ آنٹی بھی حیران ہوئیں مگر پھر کچھ سوچ کر چپ ہوگئیں۔ افطاری کے قریب وہ گھر آیا تو سامنے ہی لاؤنج میں امی کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

''آپ..... السلام علیکم.....'' وہ فوراً مؤدب سلام بجالایا تھا۔

''وعلیکم السلام..... خیر سے یہ تمہارے گھر آنے کا وقت ہے.....'' انہوں نے فوراً ٹوکا تو وہ سر کھجاتا شرمندہ سا ہو گیا۔
''وہ بس..... آفس کے کام میں دیر ہو جاتی ہے۔'' اس وقت یہی بہانہ سوجھا تھا امی نے اسے خاموش نظروں سے دیکھا۔
مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہ فوراً گھر لوٹا تھا وجہ امی کی آمد تھی وہ انہیں کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ ابھی کھانا کھا کر فارغ ہوا تھا کہ امی اس کے کمرے میں ہی اس کے ساتھ چلی آئیں۔
''جانتے ہیں کہ میں آج کیوں آئی ہوں۔''
انہوں نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا وہ خاموش رہا۔
''ماہم کی طبیعت خراب تھی ایک تو وجہ یہ تھی مگر اصل مقصد یہی ہے کہ تم نے رُخصتی کی ڈیٹ فکس کرنے سے کیوں انکار کیا ہے۔ یہ شادی بچوں کا کھیل تو نہیں جو تم یوں مذاق میں ٹال رہے ہو آرام سے بتاؤ انکار کی اصل وجہ کیا ہے؟''
''میں نے انکار نہیں کیا..... بلکہ ماہم ایسا نہیں چاہتی۔'' سکندر نے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔ امی کو حیرت ہوئی۔
''ماہم..... مگر کیوں؟''
''امی وہ انتہائی احمق لڑکی ہے سمجھتی ہے کہ میں نے آنٹی اور خالو کی محبت میں ان کی پرورش کا بدلہ چکانے کے احسان کے لیے اسے اپنایا ہے اور یہ کہ میں سنیہا میں انوالو ہوں۔'' اس نے صاف بات کی تھی۔
''ہیں..... یہ ماہم سمجھتی ہے۔'' وہ بے یقین تھیں۔ ''یہ بھلا کیا بات ہوئی؟ میں ماہم کو اتنا کم عقل تو نہیں سمجھتی تھی۔'' انہیں یہ بات کسی بھی طور پر ہضم نہیں ہو رہی تھی۔
''آپ کو کیا پتہ وہ اس سے زیادہ کم عقل ہے۔ بلکہ وہ تو سرے سے اس رشتے سے راضی ہی نہیں۔'' امی حیرانی سے دیکھے گئیں۔
''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' وہ اُلجھ رہی تھیں۔
''یہ تو آپ اسی سے پوچھیں۔'' سکندر کا لہجہ تلخ سا تھا ماما نے اسے گھورا۔
''یہ تو میں اس سے پوچھ ہی لوں گی۔ پہلے یہ تو بتاؤ تم نے اسے کچھ کہا تو نہیں۔''
''میں نے..... کیوں؟ میں بھلا اسے کیوں کچھ کہوں گا۔'' سکندر نے روکھے پن سے کہا۔
''تو پھر وہ بیمار کیوں ہو گئی ہے کل سے بخار میں پھنک رہی ہے ابھی بھی اس قدر بخار ہے۔''
''اب آپ مجھ پر شک کر رہی ہیں..... بھلا اس کی بیماری سے میرا کیا تعلق؟ وہ بیمار تھی یہ تو اسے بھی دکھائی دے رہا تھا مگر اس قدر حالت خراب ہو گی اندازہ نہ تھا کچھ تشویش تو بہر حال اسے بھی ہوئی تھی مگر نظر انداز کر گیا۔
''تعلق ہے یا نہیں..... مگر خیال رکھو وہ بیوی ہے تمہاری، خیال تو رکھنا چاہیے تھا تمہیں..... جو یہ سے شکایتیں سنی ہیں میں نے تمہاری..... گھر سے کتنی کتنی دیر باہر رہتے ہو۔'' انہوں نے آخر میں خفگی سے کہا تو وہ دیکھ کر رہ گیا۔
''دیکھو سکندر! افتخار بھائی کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ وہ تمہیں بیٹوں کی طرح چاہتے ہیں زہرہ اور افتخار ہر وقت مسکراتے رہتے ہیں مگر بیٹے کی کمی ان کو اندر ہی اندر خوفزدہ ضرور رکھتی ہے۔ اسی لیے میں نے تمہیں ان کے ہاں رہنے دیا تھا۔ سنیہا سے تم بے شک

شادی کرتے مجھے قطعی دُکھ نہ ہوتا مگر میں نہیں چاہتی تھی کہ زہرہ وغیرہ کے دل میں کوئی بات آئے۔ وہ صرف تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہی نہیں اصل میں سمجھتے بھی ہیں، اسی لیے میں نے تمہارے اور ماہم کے نکاح کا فیصلہ کیا تھا مجھے علم ہے اندر ہی اندر وہ ہر وقت خوفزدہ ضرور رہتے تھے کہ کہیں تم اپنی پسند کی شادی کرلو اور انہیں بھول جاؤ۔ وہ تم سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اس لیے یہ سب کیا تھا۔''

''میں سب سمجھتا ہوں امی! میں تو کبھی سنیہا کو اس نظر سے دیکھتا بھی نہیں وہ تو اس کے فادر نے پرپوزل دیا تھا میں نے آپ سے بات کی جہاں تک ماہم کی بات ہے تو اس کی سوچ سے مجھے واقعی بہت دُکھ ہوا ہے۔''

''اچھا..... چلو اُٹھو..... ماہم کو میں دیکھ لوں گی۔ اس کی ساری غلط فہمیاں رفع کردوں گی تم اس وقت اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس جاؤ بہت بخار ہے اسے۔'' امی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ویسے سکندر..... مجھے بہت افسوس ہوا یہ جان کر تم گھر میں لاتعلق رہنے لگے ہو۔ بہت دُکھ کی بات ہے ماہم کوئی غیر تو نہیں تمہاری اپنی بیوی ہے تمہیں خود احساس ہونا چاہیے تھا۔ بجائے میرے کہنے کے.....'' آخر میں انہوں نے اسے شرمندہ کردیا تھا۔ تین چار دن سے اس نے سرد مہری کی جو چادر اوڑھ رکھی تھی اب امی کے یوں احساس دلانے پر چھٹکنے لگی تھی۔

''امی! آپ پلیز ماہم سے کچھ نہیں کہیں گی۔ یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ میں خود نمٹ لوں گا۔ آپ اسے کچھ نہیں بتائیں گی۔ ابھی بہت سے حساب ہیں جو مجھے بے باق کرنے ہیں۔'' آخری جملہ اس نے ذرا آہستہ کہا تھا امی نے تعجب سے اسے دیکھا۔

''کیا کرو گے تم؟''

''پتہ نہیں..... مگر امی اس کی سوچ سے مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے کم از کم اتنی تکلیف کا احساس اسے بھی ہونا چاہیے نا۔'' عجیب منطق تھی سکندر کی وہ مسکرادیں۔

''اچھا دیکھوں گی کیا کرنا ہے مجھے..... تم گاڑی نکالو۔ میں ماہم کو لے کر آتی ہوں۔'' اسے کہہ کر وہ چلی گئی تھیں۔ وہ بھی چابی اُٹھائے باہر نکل آیا۔

وہ گاڑی میں بیٹھی تو امی نے دروازہ بند کردیا

''دھیان سے چیک اپ کروا کر لانا۔'' خاص تاکید کے ہمراہ دونوں کو رُخصت کیا تھا۔

سارا راستہ دونوں کی خاموشی رہی تھی۔ ڈاکٹر سجاد کے کلینک وہ اکثر پہلے بھی آتی رہتی تھی چیک اپ کروا کے میڈیسن لے کر وہ دوبارہ گاڑی میں آ بیٹھے۔ میڈیسن والا شاپر ڈیش بورڈ پر رکھ کر سکندر نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ بائیں ہاتھ سے گاڑی ڈرائیو کرتے بائیں ہاتھ سے اس نے کیسٹ لگایا تھا۔ گاڑی میں مدھر سروں سے گلوکار کی آواز گونجنے لگی تھی۔

کہوا ک دن کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے سب کچھ تمہارا ہے

کہوا ک دن کہ.....

ماہم نے ایک دم پہلو بدلا تھا۔ کن اکھیوں سے اسے دیکھا جو سامنے دھیان رکھے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

ستارا سی جنہیں کہتے ہو وہ آنکھیں تمہاری ہیں

جنہیں تم شاخ سی کہتی ہو وہ بانہیں تمہاری ہیں
جنہیں تم پھول سی کہتے ہو وہ باتیں تمہاری ہیں
کہو ایک دن کہ جو کچھ بھی.....

ماہم نے پھر اسے دیکھا وہ متوجہ کب تھا اسٹیئرنگ پر دھرے اس کے مضبوط ہاتھوں کی اُنگلیاں اسٹیئرنگ ویل پر بج رہی تھیں۔

کہو اک دن کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے سب کچھ تمہارا ہے
اگر سب کچھ یہ میرا ہے تو سب کچھ بخش دو اک دن
وجود اپنا مجھے دے دو محبت دو اک دن
میرے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھے روح کھینچ لو اک دن

ماہم نے ایک دم ہاتھ بڑھا کر ٹیپ ریکارڈ بند کر دیا تھا۔ سکندر نے چہرے کا رُخ موڑا۔ بہت برہمی سے اسے دیکھا۔

''میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔'' اس کی نظروں میں ایسی ہی تپش تھی وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

سکندر نے ایک نظر ڈالنے کے بعد پھر چہرے کا رُخ موڑ لیا تو وہ اندر ہی اندر کٹنے لگی۔ اس کی خفگی اس کے لیے سوہانِ روح تھی۔ آنکھوں میں بے اختیار نمی اُتر آئی۔

''س.....س.....سکندر!'' بہت ہمت کر کے وہ اسے مخاطب کر پائی تھی۔ اس نے اسے ایک پل کو دیکھا تھا۔ ''ایم سوری.....'' بھرائی ہوئی آواز میں وہ صرف یہی کہہ سکی۔

''فار واٹ.....'' سکندر کا لہجہ سپاٹ سا تھا ماہم کا دل سکڑ سا گیا۔

''اپنے رویوں پر.....میں بہت شرمندہ ہوں۔''

''جسٹ اے منٹ ماہم.....'' اس سے پہلے وہ کچھ کہتی سکندر نے اسے روک دیا تھا۔

''تم کیوں شرمندہ ہو.....اچھی بات نہیں اس طرح مجھے تمہارے خیالات سے آگاہی ہو گئی ہے۔''

''بھئی میں نے جان لیا ہے کہ تم مجھ سے کس قسم کی توقعات وابستہ کیے ہوئے ہو۔ ہاں رُخصتی کی بات میں نے امی کو منع کر دیا ہے بے فکر رہو۔ احسان و مروت کی آڑ میں تمہیں کوئی بھی میرے پلٹے نہیں باندھے گا۔''

الفاظ تھے کہ تیر جو سیدھے دل میں پیوست ہوتے گئے تھے۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے شاید وہ اس سے بہت زیادہ ناراض ہو چکا تھا۔ دل کٹ کر رہ گیا۔ سکندر کے چپ ہونے پر گاڑی میں اس کے رونے کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ گاڑی سگنل پر رُکی تو ایک دس بارہ سال کا بچہ ہاتھوں میں پھولوں کی ٹوکری لیے ان کے گاڑی کے شیشے پر جھکا۔

''صاحب.....تازہ پھول لے و.....نئے تازہ ہیں۔'' پھولوں کی ٹوکری آگے کیے کہہ رہا تھا ماہم نے ہاتھ کی پشت سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ نظر لڑکے کی طرف ڈالی جو ٹوکری سے موتیے کے پھول نکال نکال کر دکھا رہا تھا۔

''بھئی میں کیا کروں گا ان پھولوں کا.....'' سکندر نے اُکتاتے ہوئے کہا ماہم کے دل کو کچھ ہوا۔ پھول وہ بھی موتیے کے

اس کی کمزوری تھے مگر وہ ایک نظر پھولوں کو اور ایک نظر سکندر کو دیکھ کر رہ گئی جس کے چہرے پر بیزاری کی تحریر واضح پڑھی جا سکتی تھی۔

''صاحب بیگم صاحبہ کے لیے لے لو۔ یہ گجرے ہیں تازہ ہیں بیگم صاحبہ کے ہاتھوں میں بہت زیادہ سجیں گے۔'' وہ لڑکا سکندر کو آمادہ کر رہا تھا ماہم ایک دم نظریں پھیر گئی۔

''کیوں بھئی زبردستی ہے کیا؟ تمہارے یہ گجرے یہ پھول بک نہیں رہے کیا؟'' سکندر نے مذاقاً پوچھا تھا۔

''نہیں صاحب جی! یہ بات تھوڑی ہے۔ بک جاتے ہیں مگر تھوڑی دیر لگتی ہے۔ یہ تو اپنی روزی ہے مگر جس دن جلدی بک جائیں میں جلد گھر چلا جاتا ہوں اور جس دن نہ بکیں دیر ہو جاتی ہے۔ اماں راہ تکتی رہتی ہے۔ صاحب جی یہ تھوڑے سے رہ گئے ہیں..... لے لو.....'' وہ بڑے انداز میں اسے قائل کر رہا تھا۔ سکندر مسکرا دیا ایک نظر اس کی ٹوکری پر ڈالی جہاں واقعی ہی تھوڑے پھول اور گجرے تھے۔

''لاؤ بھئی دے دو..... یہ سارے ہی دے دو..... بھئی تمہاری تو روزی کا سوال ہے اور ہمارا کیا ہے آ کر کسی کا دل خوش ہو جائے۔'' لڑکے کی بات پر ہنستے اس نے والٹ نکالا تھا۔

''کتنے پیسے ہوئے؟'' سکندر نے شاپر تھام کر ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔

''صاحب جی پچاس روپے۔'' سکندر نے سر ہلا کر سو کا نوٹ نکال کر اسے تھمایا تھا اسی دوران سگنل بھی کھل گیا تھا۔ پیچھے سے گاڑیوں کے ہارن بھی گونجنے لگے تھے سکندر نے فوراً اسٹیئرنگ سنبھالا۔

''صاحب جی باقی پیسے.....'' وہ لڑکا کہہ رہا تھا سکندر نے جلدی سے گاڑی آگے بڑھا لی تھی۔ پیچھے کھڑا لڑکا آوازیں دے رہا تھا۔ مگر سکندر نے جیسے سنی ہی نہیں تھی ماہم خاموشی سے چپ چاپ ساری کارروائی دیکھتی رہی تھی۔ گاڑی گھر کے پورچ میں رُکی تو وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ سب ڈرائنگ روم میں تھے وہ سیدھی اپنے کمرے میں آئی تھی۔ بستر پر بیٹھی تو لگا بہت دور کا سفر طے کر کے آئی ہو۔ سکندر کی ہم سفری میں گزرے پل اس پر اسی قدر بھاری ہوتے تھے۔ وہ بیڈ کی پشت پر کمر ٹکائے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی جب اسے اپنے اردگرد بہت مانوس سی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ ماہم نے تڑپ کر آنکھیں وا کی تھیں۔ سامنے ہی وہ اپنا بھرپور سراپا لیے بڑے انہماک سے تک رہا تھا اس کے دیکھ لینے پر بھی نظروں کا ارتقاز نہیں ٹوٹا تھا۔ وہ فوراً سیدھی ہو گئی تھی۔ تبھی وہ دھیرے دھیرے قدم اُٹھاتا بستر پر اس کے قریب ہی آ بیٹھا تھا وہ مزید اپنے آپ میں سمٹ سی گئی تھی۔ تھوڑی دیر قبل کس قدر روکھا پھیکا سا دل شکن انداز تھا۔ اس کی نظریں خود بخود جھک گئی تھیں۔ اس مانوس سی خوشبو نے اس کے وجود کو اپنے حصار میں لینا شروع کر دیا تھا۔

''تم اپنی میڈیسن گاڑی میں ہی چھوڑ آئی تھیں۔'' سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا ماہم کی نظر اس کے ہاتھوں پر گئی جہاں میڈیسن کے شاپر کے علاوہ کچھ اور بھی تھا۔ میڈیسن والا شاپر ٹیبل پر رکھ کر وہ پھولوں والا شاپر کھولنے لگا۔

''تمہیں میرا ان کو پہنانا ناگوار گزرے اور شاید اچھا بھی لگے مگر میں ان پھولوں کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ وہ پھولوں والا بیچارہ یہ تمہارے لیے ہی دے رہا تھا اب بیچارے کو کیا علم کہ بیگم صاحبہ ابھی آدھی بیگم ہیں۔'' طنز تھا یا مذاق وہ قطعی سمجھنے سے قاصر

تھی۔نرمی سے ماہم کا ہاتھ تھامتے گجرا پہناتے اس نے اس کی آنکھوں میں بھی جھانکا تھا۔

وہ نظر پھیر گئی تھی۔ چہرے پر سوائے سپاٹ سے تاثرات کے کچھ بھی نہ تھا۔کوئی لطیف سی شرارت کوئی گدگدی کرنے والی مسکراہٹ پورے بدن میں ہلچل مچا دینے والی آنکھوں کی چمک، ہر جذبہ جیسے جامد سا تھا۔کہر کی گہری چادر میں لپٹا ہوا۔ایک ایک کر کے دونوں ہاتھوں میں اس نے گجرے پہنا دیئے تھے۔وہ اس قدر شاک اور ملال کی کیفیت میں غرق تھی کہ مزاحمت تک نہ کر سکی تھی۔

باقی پھولوں کے ہار اس کی جھولی میں ڈال کر اس کے ہاتھوں کو بغور دیکھتے سکندر نے پھولوں کی مہک اس کے ہاتھوں کے چہرے کے قریب لے کر سونگھی تھی۔

''دراصل تم سے میرا نکاح زبردستی نہیں ہوا تھا مگر اب لگتا ہے تمہارے لیے زبردستی ہی سہی دل میں جگہ بنانی ہوگی ورنہ.....''
بات تھی زہر میں بجھا ہوا نشتر ماہم نے نمی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

''مجبوری ہے بھئی.....زبردستی کے رشتوں میں صرف سمجھوتہ ہوتا ہے۔اتنی تو عقل ہوگی نہ تم میں.....'' وہ آج شاید اس کی جان لینے کے درپے تھا۔ماہم کی جان سخت عذاب میں مبتلا ہو چکی تھی مگر کوئی راہ فرار نہ تھی۔

''کہتے ہیں پھول جذبات کے اظہار کا سب سے خوبصورت ذریعہ ہوتے ہیں مگر افسوس.....'' اپنی بات ادھوری چھوڑ کر وہ دل آویزی سے مسکرایا تھا پھر وہ اسے سخت ہراساں کر گیا تھا۔

❖ ❁ ❖

سنیہا کی شادی ہو رہی ہے عید کے تیسرے دن یہ اس کا انویٹیشن کارڈ ہے۔مسٹر اینڈ مسز سکندر کے نام.....'' آج وہ اسے دھچکے پر دھچکا لگا رہا تھا وہ جو ابھی سنبھل بھی نہ پائی تھی اس نئے انکشاف پر حیران ہوئی۔بے یقین نظروں سے اسے دیکھا سکندر نے اپنے ہاتھ میں پکڑا انویٹیشن کارڈ اس کی طرف بڑھایا تھا جسے اس نے لرزتے ہاتھوں سے تھاما تھا۔

''تمہارے لیے شاید خوشی کا پیغام ہو مگر مجھے بہت دُکھ ہوا ہے کہ کم از کم میں تمہارے خدشات کو سچ نہیں کر پایا۔سنیہا اپنے کزن ارقم میں انٹرسٹنگ تھی جب اس کے والد نے سنیہا کا پرپوزل پیش کیا تھا تو وہ قطعی لاعلم تھی اور شاید میں لاعلمی میں ہی اسے غلط ہرٹ کر دیتا اگر وہ مجھے اپنی کمٹمنٹ کا کہہ کر ایکسکیوز نہ کر لیتی اس کے بعد میرا تمہارے ساتھ نکاح طے پایا گیا۔مجھے کوئی فرق نہیں پڑا تھا بس اتنا اعتراض تھا کہ مرینہ کی شادی کے بعد یہ تقریب ہو جائے مگر امی نہیں مانی تھیں اور میرا خیال ہے یہی انکار تم تک پہنچا تھا، جسے تم نے اپنی نظر اور سوچ کے مطابق دیکھا۔چلو اب تو تمہارے خدشوں کی نفی ہو چکی ہے نا.....تو تیار رہنا تمہیں میرے ساتھ سنیہا کی شادی میں ضرور چلنا چاہیے۔ہوسکتا ہے وہاں تمہاری سوچوں کو منفی رُخ ڈالنے کے لیے کوئی اور گرہ ہاتھ لگ جائے۔'' وہ طنز پر طنز کرتا اسے زمین میں گاڑھ دینے کو تھا، ماہم اتنی ہمت نہیں رکھتی تھی کہ سر اُٹھا کر اسے دیکھ لے۔

''اور ہاں میں نے امی کو رُخصتی کی ڈیٹ فکس کرنے سے منع کر دیا ہے۔مگر پھر بھی فیصلہ تم پر ہے۔یہ شادی بیاہ دنوں کا کھیل نہیں پوری زندگی کا سوال ہے۔ایک جذباتی لمحے میں بہہ کر پوری زندگی کا فیصلہ نہیں کیا جاتا۔اچھی طرح سوچ لینا۔پھر کوئی فیصلہ کرنا۔تب تک میں امی کو کنوینس کر لوں گا۔

وہ اُٹھ کر اس کے کمرے سے نکل گیا تھا۔ پتہ نہیں وہ حقیقت پسند تھا یا اذیت پسند بہر حال اس کے لفظوں سے وہ اندر تک ادھڑتی چلی گئی تھی۔ بے پناہ تکلیف کا احساس ہو رہا ہے۔ کسی پل چین نہ تھا۔ وہ تو چلا گیا تھا اسے اس طرح ساکت وصامت چھوڑ کر مگر وہ اپنے جسم سے اپنی روح نکلتے ضرور محسوس کر رہی تھی بے یقینی سے کبھی ہاتھوں میں سجے گجروں کو دیکھتی اور کبھی اس انویٹیشن کارڈ کو، جس نے اس کے آخری خدشے تک کو ختم کر ڈالا تھا کہ شاید سنیہا اس میں انٹرسٹنگ ہو۔

''میں واقعی بہت احمق ہوں۔'' سسکتے ہوئے اپنے گھٹنوں پر سر ٹکا کر ماہم بُری طرح سے رو دی تھی۔

❖ ❁ ❖

رمضان کے باقی دن کیسے گزرے تھے یہ صرف وہی جانتی تھی۔ سکندر سے اب کسی بھی اچھائی کی اسے اُمید نہ تھی ایک دفعہ پھر اسے اذیت کے بھنور میں دھکیل کر خود لاتعلق بن بیٹھا تھا۔ یوں جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں۔ اسے جانتا تک نہ ہو کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ نسرین خالہ نے رمضان کے شروع میں ہی اسے پیسے دیئے تھے کہ وہ اپنی پسند کی عیدی خرید لے جویریہ کے ساتھ جا کر وہ جو بھی پسند تھا لے آئی تھی۔

آج اٹھیسواں روز تھا کثرت رائے یہی تھی کہ عید کل ہوگی۔ دو دن سے نسرین آنٹی کے ہاں گیا ہوا تھا۔ وہ ہر سال عید ادھر ہی کرتا تھا اس دفعہ بھی وہ چلا گیا تھا۔ اس کے جانے سے گھر بہت سونا سونا لگنے لگا تھا۔ سارا دن بے پناہ مصروفیت میں گزرا تھا۔ وہ امی اور جویریہ تینوں بُری طرح مصروف رہی تھیں۔ عصر کے قریب جا کر وہ لوگ فارغ ہوئیں تو جویریہ امی کے ساتھ کچن میں افطاری کا اہتمام کرنے گھس گئی جبکہ وہ کل پہننے والے کپڑے لے کر استری اسٹینڈ پر آ کھڑی ہوئی۔ سب کے کپڑے پریس کر کے ساری مطلوبہ چیزیں جمع کر کے سب کے کمروں میں پہنچانے کے بعد وہ سکندر کے کمرے میں آ گئی دو دن سے وہ یہاں پر نہیں تھا اس دوران وہ اس کے کمرے کو نئے سرے سے ترتیب دینے سیٹنگ چینج کرنے سجانے سنوارنے میں لگی ہوئی تھی۔ اُمید تو نہیں تھی کہ وہ عید یہاں آ کر کرے گا مگر پھر بھی اپنے دل کو تسلی دینے کو اس کے کپڑے پریس کر کے تمام چیزیں ڈھونڈ کر رکھیں۔ ایک بھرپور نظر اس کے بیڈ روم پر ڈال کر باہر نکل آئی۔

افطاری کے بعد نماز ادا کرتے ہی وہ اور جویریہ چھت پر چلی آئیں۔ بہت تلاش بسیار کے باوجود چاند صاحب کا چہرہ نظر نہیں آیا تھا۔ دونوں نیچے آ کر ٹیلی ویژن لگا کر بیٹھ چکی تھیں۔

نو بجے ہی وہ نماز تراویح ادا کر کے بستر میں جا گھسی تھی۔ سارے دن کی تھکاوٹ تھی جس نے اسے نڈھال کیا ہوا تھا۔

''تم اتنی جلدی سونے لگی ہو۔ ابھی تو چاند صاحب کا بھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ ہلال کمیٹی تو ابھی تک دوربین لگائے خلاؤں میں گھورتے چاند میاں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی ہے۔ جیسے وہ بیچارہ ان کا قرضہ لے کر بھاگا ہوا ہے۔'' جویریہ نے اس کے کمرے میں جھانکا تو وہ اس کی لن ترانیوں پر ہنس دی اُٹھنے کی بجائے مزید کمبل میں منہ چھپا گئی۔ وہ گہری نیند میں تھی جب کسی نے اسے بُری طرح جھنجھوڑ ڈالا تھا کچھ بھی نہ سمجھ پائی جب سمجھ آئی تو جویریہ کے ساتھ میرینہ کو دیکھ کر چونکی۔

''ماہم! جلدی چلو اُٹھو پلیز..... دیکھو چاند نکل آیا ہے۔''

''ہیں.....'' ماہم مکمل طور پر حواسوں میں لوٹی تھی۔ ''کیا..... واقعی.....''

''جی جناب! صبح عید ہے.....فٹافٹ باہر آجاؤ۔'' وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔ وہ بھی حیرت وخوشی کے جذبات لیے سرہانے پر پڑا دوپٹہ کھینچ کر مرینہ کے ساتھ باہر نکل آئی۔

لاؤنج میں سبحان، شاہد کے ساتھ سکندر بھی تھا اسے دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن سن ہوئی تھی۔

''چاند رات مبارک ہو ماہم بھابی۔'' سبحان اور شاہد اس کے قریب آگئے تھے۔ وہ انہیں گھور کر امی ابو کی طرف جھک گئی۔ انہوں نے پیشانی پر بوسہ دیتے دُعا دی تھی۔

''خوش رہو.....اللہ ہمارے بچوں کو ایسی ہزاروں خوشیاں دیکھنا نصیب کرے۔''

''یہ چاند صاحب اچانک کہاں سے آٹپکے۔ نو بجے تک تو کوئی آثار نہیں تھے۔'' وہ مرینہ اور جویریہ کے پاس جا بیٹھی۔ جویریہ ہنس دی۔

''بھابی صاحبہ کون سے چاند کا پوچھی ہیں۔'' مرینہ کا انداز شرارتی تھا وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی۔ ہونقوں کی طرح اسے دیکھا تو سب ہنس دیئے۔

''پوچھنے کی کیا بات ہے بھلا..... بھلا چاند کتنے ہوتے ہیں۔ کوئی دس بارہ تھوڑی ہیں۔'' اپنی خفت مٹانے کو کہا۔

''میرے حساب سے تو دو چاند ہوتے ہیں ایک زمینی اور آسمانی.....'' سبحان دور کی کوڑی لایا تھا وہ حیران ہوئی۔

''ذرا تم اپنے اس زمینی اور آسمانی چاند کی وضاحت بھی کردو۔'' جویریہ نے جل کر کہا تھا سب کے قہقہے بے اختیار تھے۔

''آسمانی چاند تو ''مون'' ہوتا ہی ہے مگر زمینی چاند ''صرف ہمارے سکندر بھیا'' ہی ہیں۔ کیوں ماہم بھابی۔'' مرینہ نے سرگوشی کے سے انداز میں اس کے کان کے قریب کہا تو وہ پزل سی ہوگئی۔ ''آپ کی عید تو اسی چاند کو دیکھ کر ہو جاتی ہوگی۔ ہیں ناں۔'' وہ اسے مزید کنفیوژ کر رہی تھی۔

''مرینہ.....بکومت.....'' تادیبی نظروں سے گھورا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

سکندر، امی ابو کے ساتھ محو گفتگو تھا اس نے وال کلاک دیکھا رات کے گیارہ کا ٹائم تھا۔ میں خود مایوس ہو کر سونے والی تھی جب یہ لوگ آگئے تھے۔ یہ خوشخبری لے کر کل عید ہوگی۔ ٹی وی لگایا تو ادھر بھی یہی خوشخبری تھی۔ ضویریہ کی بات پر وہ مسکرادی۔

''ہم شاپنگ کے لیے نکلے تھے سوچا آپ کو بھی ساتھ لے لیں۔ آپ دونوں تیار ہو جائیں۔'' مرینہ نے اپنی آمد کا مقصد بتایا تو اس نے امی کی طرف دیکھا۔

''ہاں چلی جاؤ تم دونوں.....کوئی چیز لینی ہو تو لے لینا.....'' امی نے کہا تھا۔ وہ چپ ہوگئی۔ یہ آج کوئی نئی بات تو نہ تھی ہر عید پر ہی ہوتا تھا۔ سکندر اپنے بہن بھائیوں کو لے کر ادھر آجاتا تھا پھر یہاں سے سب مل کر جاتے تھے۔ نیا تو کچھ بھی نہ تھا۔ سب کچھ وہی تھا مگر سکندر کا رویہ اور ماہم کا اپنا آپ وہ نہیں رہا تھا۔

''تم لوگ گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں۔'' ان سب کو تیار دیکھ کر سکندر حکم دیتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ واپس لوٹا تو سب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ وہ میرینہ اور جویریہ پچھلی سیٹ پر تھیں جبکہ سبحان، شاہد اور سکندر اگلی سیٹ پر تھے۔

بازار میں اچھا خاصا رش تھا۔ خوش باش چہرے، ہنستے مسکراتے لوگ بے فکر قہقہے سے بھرپور ہنسی ماہم کے اندر اک خلا سا بھرتی جا رہی تھی۔ ادھر سے اُدھر گھومتے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ جویریہ اور میرینہ نے مہندی لگوائی تھی اسے بھی کہتی رہیں مگر وہ نہیں مانی تھی وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر سبحان اور شاہد کو لے کر پارلر چلی گئی تھیں۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی صرف باہر کی گہما گہمی کو دیکھ رہی تھی۔ سکندر ایک نظر اس کو دیکھ کر پارلر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ دو تین منٹ بعد واپس لوٹا تو گاڑی میں آ بیٹھا۔

''تم آگے آ جاؤ.....'' اگنیشن میں چابی گھماتے اس نے کہا تو وہ اپنے ہی خیالوں سے چونکی۔

''نہیں..... میں ٹھیک ہوں ادھر ہی۔'' سکندر کے اس طرح ری ایکٹ کرنے پر وہ ایک دفعہ پھر زودرنج ہونے لگی تھی۔

''میں تمہارا شوہر نہیں ہوں..... آرام سے آگے آؤ۔'' سکندر نے ایک دم کچھ غصے سے کہا تو وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ اگلی سیٹ پر آ کر بیٹھتے ہوئے اس کے اندر کی تلملاہٹ عروج پر تھی۔ اپنا سارا غصہ دروازے پر نکالا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے مجھ سے بات کرنے کی۔ اتنے دن ہو گئے ہیں طنز پر طنز کیے جاتے ہیں۔ حد ہوتی ہے برداشت کی بھی۔'' وہ کہے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

''ٹھیک ہے میں مانتی ہوں میرا قصور ہے معافی بھی تو مانگ رہی ہوں۔ اپنی غلطی، اپنی سوچوں پر شرمندہ بھی تو ہوں مگر.....'' وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی تھی۔ سکندر نے سکون سے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔ تھوڑی دیر تک گاڑی میں اس کی سسکیاں گونجتی رہیں پھر خاموشی چھا گئی۔

''جذباتی لوگوں کا المیہ پتا ہے کیا ہے ماہم! وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔'' تھوڑی دیر بعد اس نے بھی لب کشائی کی تھی۔

''اور جو عقل سے کام لیتے ہیں وہ صرف اوروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔'' وہ محفوظ ہو رہا تھا۔ ماہم نے اسے گھورا۔ وہ مسکرا دیا۔

''اچھا یہ بتاؤ کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟'' اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

''میں نے کیا فیصلہ کرنا ہے۔ فیصلہ تو آپ نے کرنا ہے، ساری عمر میری کم عقلی کو کوسنے اور طنز پر طنز کرنے کا.....''

''اچھا.....'' سکندر ایک دفعہ پھر ہنس دیا تھا ماہم کو اس کی ہنسی انتہائی زہر لگی۔

''بھئی میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ بلکہ امی کو بھی آگاہ کر دیا ہے۔'' بالکل سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ ماہم کو تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔ سکندر نے ایک طرف گاڑی روکی تھی۔

''کیا فیصلہ؟''

''عید کے پورے ایک ماہ بعد تمہاری رُخصتی کا اور یہی تمہاری کم عقلی کی سزا ہے۔'' وہ مزے سے بتا رہا تھا اور ماہم منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔

''آپ.....'' اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

''میں اتنا بھی ظالم نہیں ہوں۔ جانتا ہوں تم مجھ سے کس قدر محبت کرتی ہو۔ مگر ماہم ہر جذبے میں میانہ روی ہی اچھی لگتی ہے۔ چاہے وہ محبت ہو یا نفرت ہو۔ یہ شدتیں بعض اوقات ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو جاتی ہیں۔ میرے لیے تم بہت اہم

ہو..... بہت خاص..... میری ہستی کا مان اور میرا فخر ہو مگر مجھے تمہاری شدتوں سے خوف آتا ہے۔ اسی لیے مجھے تمہارے ساتھ یہ سارا رویہ اپنانا پڑا، تاکہ تم نارمل انسانوں کی طرح محبت کے جذبے کو محسوس کرو۔''

ماہم کے چہرے پر تیرتے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کرتے وہ بہت محبت و جذبات سے کہہ رہا تھا۔

''ایم سوری..... رئیلی سوری..... میں نے آپ کو ہرٹ کیا۔'' اس کے ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ اور شدت سے رو پڑی تھی۔

''آپ کے خلوص..... محبت کو غلط نظروں سے دیکھا۔''

''اچھا..... چپ کرو اب.....'' کندھے سے تھام کر اسے سیدھا کیا۔ ماہم دوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔

''دنیا میں شاید کوئی کم عقل مند خاتون ہوگی جو آنسوؤں کی سوغات لیے اپنے شوہر کو چاند رات وش کرتی ہوگی۔'' موسم بدلا تھا آنسو اندر کی ساری کثافت بہا کر لے گئے تھے تو سکندر کی بات اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

''چاند رات یونہی تو وش نہیں کی جاتی۔ پیسے لگتے ہیں۔ آپ نے تو ایک ڈھیلا بھی کبھی مجھ پر خرچ نہیں کیا۔'' اندر کی کثافتوں کے دھلنے کے بعد نظر آنے والے چہرے اور لہجے کس قدر معطر تھے سکندر نے ایک بھرپور نظر ڈالی تھی۔

''ارے یہ تم زیادتی کر رہی ہو۔ ابھی چند دنوں پہلے ہی تو میں نے تمہاری خاطر پورے سو روپے خرچ کیے تھے پھول اور گجرے لے کر دیئے تھے اور تو اور تمہاری میڈیسن بھی میرے پلے سے گئی تھیں۔'' سکندر کا انداز دہائی دینے والا تھا۔

''جھوٹ مت بولیے۔ وہ پھول اور گجرے میرے لیے کب خریدے تھے وہ تو بیچارہ لڑکا پیچھے پڑ گیا تھا اور زبردستی آپ کو خریدنے پڑے تھے۔''

''اچھا.....'' سکندر سر کھجانے لگا تھا پھر اس کی طرف دیکھ کر کھل کر مسکرا دیا۔ ''آج جو کہو گی لے کر دوں گا..... ٹھیک ہے..... مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ بس آپ کے دل میں تھوڑی سی جگہ چاہیے۔'' اتنی دیر سے دل میں جو بات کھٹک رہی تھی وہ آخر کار ہونٹوں پر آ ہی گئی تھی۔

''صد افسوس..... دل کا پلاٹ پہلے ہی کسی کے قبضہ میں جا چکا ہے۔'' اس کی خواہش پر وہ کہہ رہا تھا ماہم کے ہونٹوں پر رقصاں مسکراہٹ ایک دم بے رنگ سی ہوگئی تھی۔

''کیا..... کون ہے وہ؟'' آنکھوں میں پھر نمی اُترنے لگی تھی۔

''ہے ایک پاگل..... کم عقل سی لڑکی.....'' آنکھ دبا کر مسکرا کر کہتے ہوئے ماہم کا دل خوش کن انداز میں دھڑکا گیا تھا۔

''محترمہ کو ہماری زوجہ محترمہ ہونے کا خصوصی اعزاز حاصل ہے۔'' ماہم کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ وہ صرف اسے چاہتا ہے۔ اس کے دل پر صرف اس کی حکمرانی ہے یہ خیال ہی کتنا فرحت بخش تھا۔

''اچھا چلو تمہارے لیے عید کا گفٹ ہے وہ قبول کرو۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ وہاں پارلر میں وہ لوگ مجھے کوس رہے ہوں گے۔ میں آدھے گھنٹے کا کہہ کر تمہیں لایا تھا۔'' سکندر نے عجلت میں ڈیش بورڈ پر پڑا گفٹ پیک اُٹھا کر اسے تھمایا تو وہ دیکھنے لگی۔

''اسے کھولو.....'' وہ منتظر تھا۔

اس نے جیسے ہی گفٹ کھولا اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

''یہ تو وہی لاکٹ سیٹ ہے۔ جو سنیہا نے خریدا تھا۔''

''ہوں..... تمہیں عید کا تحفہ دینا تھا کچھ سمجھ نہ آیا کہ کس طرح تمہیں ساتھ لے کر جاؤں اسی لیے اس دن جویریہ کے ساتھ مل کر مجھے تمہیں تھوڑا سا اُلو بنانا پڑا تھا۔ کیوں کیسا لگا یہ گفٹ.....'' وہ مسکرا کر پوچھ رہا تھا۔ ماہم کو گزشتہ تمام واقعات یاد آنے لگے۔ ایک خفگی بھری نظر اس پر ڈالی۔

''تو یہ سب کچھ آپ جان بوجھ کر کرتے رہے۔ صرف اور صرف مجھے تکلیف دینے کو جویریہ وغیرہ بھی آپ کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔''

''نہیں..... جویریہ میرے ساتھ ملی ہوئی نہیں تھی صرف میں نے اسے استعمال کیا تھا اور جہاں تک تمہیں تکلیف دینے کی بات ہے تو یہ سراسر الزام تھا۔'' وہ سنجیدہ اب بھی نہیں تھا۔ ماہم نے خفگی سے دیکھنا چاہا تھا مگر سکندر کی آنکھوں کے تیور کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔ اس نے جلدی سے بوکھلا کر چہرے کا رُخ بدلا۔

''چلیں بھی..... وہ لوگ انتظار کر رہے ہوں گے۔'' اسے گاڑی سٹارٹ کرنے کا کہہ کر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ سکندر نے بھی مسکرا کر گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔ ماہم نے سکون سے ڈبے سے گفٹ نکال کر اپنے گلے میں پہن لیے تھے۔ زندگی ایک دم کتنی خوبصورت ہو گئی تھی۔

یہ چاندرات اپنے ساتھ کتنی انمول خوشیاں لے کر آئی تھی۔

''شکریہ اللہ میاں.....''

''شکریہ چاندرات.....''

وہ اندر ہی اندر تشکر بجا لائی تھی۔

❖ ❁ ❖

اگلے صفحے پر ملاحظہ کیجیے